

امیر عزیمت مجدد العصر شہید راہ وفا

آزادی کا وطن کا عظیم میم محفوظ



چند اہم کتابیں جن کا ہر سنی مسلمان کے پاس ہونا بہت مفید ہے

محبت حبیب کبریا ﷺ ایمان اور اس کے ثمرات (زیر طبع)

بچوں کی تربیت اور والدین کی ذمہ داری

امام سنی انقلاب فضلا کرام سے کیا فرماتے ہیں؟ (زیر طبع) تقریب اختتام بخاری

حقیقی دستاویز تاریخی دستاویز کے جواب میں خرافات کے مجموعہ تحقیقی دستاویز کا دندان شکن جواب

کیا آپ حضرت مہدیؑ کی حقیقی جماعت سے آگاہی چاہتے ہیں؟ امام مہدیؑ اور ان کا لشکر

پیغام حق شہدائے ناموس صحابہ آپ سے کیا فرماتے ہیں؟

جب غیر ملکی انقلاب آزادی کو نگل رہا تھا تو! آزادی وطن کا عظیم محافظ

شیعہ کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ مسئلہ کی وضاحت (زیر طبع)

انکار ختم نبوت کا چور دروازہ امامیہ کا عقیدہ امامت (زیر طبع)

حدیث غدیر اور اس کی حقیقت اظہار حق کا مختصر مجموعہ

انتساب

چھان ڈالی تو نے کتاب تمام
 پیار کی بات تو انتساب میں تھی
 قومی غیرت، مذہبی حمیت، ملی خدمت کے جذبہ سے سرشار؛
 دراز قد، گہری رنگت، مضبوط و توانا جسم کے مالک ؛
 اخلاص، تقویٰ، فکر سلیم اور محبت و مودت کی صفات سے متصف؛
 گہری سوچ، صحت مند فکر اور قوت عمل سے آشنا ؛
 جذبہ حب الوطنی کے ساتھ اپنے وطن کی عزت و آبرو کو اوج ثریا تک
 لے جانے کا سچا شوق لے کر میدانِ عمل میں رواں دواں؛
 وطن عزیز کا سرمایہ اور اپنی قوم کے روشن مستقبل کیلئے ہم نواؤں
 کی تربیت میں ہر وقت کوشاں!
 یہ ہیں میرے محسن، مجسمہ اخلاص و محبت، وطن عزیز کے تابندہ مستقبل
 کیلئے مسلسل متفکر میرے محبوب میرے بھائی مدثر صاحب۔

میں اپنی اس کاوش کو **بھائی مدثر** کی نظر کرتا ہوں۔

مُقَدِّمہ

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۷ اگست ۲۰۱۰ء بروز

جمعۃ المبارک، چند صالح، فکر مند اور ایمانی غیرت سے معمور طالب علم نوجوانوں نے شب بیداری کا اہتمام فرما کر بندہ کو بیان کی دعوت دی۔ راقم الحروف نے جمعۃ المبارک کی نماز سے فارغ ہو کر مسلسل سفر طے کیا، رات ۲ بجے منزل مقصود پر حاضری ممکن ہوئی۔ بس سٹاپ پر اتر اتو میزبان دوست راقم کو لینے کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے، تقریباً ۲۰ یا ۲۵ منٹ کے اس سفر میں دوستوں نے جو گفتگو فرمائی، اس سے یہ خیال اچھا خاصا قوی ہو گیا کہ عوام تو عوام خواص بلکہ خاص الخاص اہل علم اور ذی قدر علمائے کرام بھی ابھی تک حضرت امیر عزیمت شہیدؒ کی فکر و نظریے سے واقفیت حاصل نہیں کر پائے۔ چنانچہ ان دوستوں نے ایک بین الاقوامی شخصیت کا اسم گرامی لیکر بتایا کہ وہ حضرت امیر عزیمت شہیدؒ کی قربانیوں کے بہت معترف ہیں مگر ساتھ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کیلئے حضرت امیر عزیمت شہیدؒ نے تحریک شروع فرمائی تھی ان کی تحریک اس پر قائم نہیں رہ سکی اور خاص نعرہ بازی کی نظر ہو کر یہ تحریک اپنے اصلی ہدف سے کوسوں دور چلی گئی۔ ان حضرات کے بقول جس خاص نعرہ اور مشن کی بنیاد پر یہ تحریک کار بند ہے وہ ایک جزوی سلسلہ اور محدود نظریہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر احباب جماعت اس جزوی سلسلہ کو ترک کر کے نفاذ اسلام کی کسی تحریک کا حصہ بن جائیں تو نفاذ اسلام کے ساتھ ہی ان کے یہ جزوی مقاصد خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔ لہذا اس محدود فکر و نظریہ اور ایک چھوٹے سے مقصد کیلئے اتنی بڑی قربانی دینا کوئی دانشمندی نہیں، بلکہ ملی سرمایہ اور قومی متاع کا ضیاع ہے کہ ملت کا بہترین اثاثہ یعنی نوجوانوں کا قیمتی سرمایہ بے دریغ اس محدود اور بعید الحصول نظریے پر قربان کیا جا رہا ہے۔

جن بالغ عقل کے مالک ذی شعور حضرات نے حضرت امیر عزیمت شہیدؒ کو سنا

اور انکے درد دل سے آشنائی حاصل کی ہے، ان پر تو یہ کیا اس سے بھی زیادہ ملمع کیے ہوئے دلائل کے انبار بھی ریت کی دیوار سے زیادہ کمزور اور بے وقعت ہیں۔ ایسے حضرات پر تو دانشوری کا رعب ایک آنے کا بھی نہیں۔ لہذا ایسے زیرک اور ذی بصیرت افراد پر مشن حضرت امیر عزیمت شہیدؒ کے مقابل کسی بھی دلیل کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور باوجودیکہ ایسے وضع شدہ دلائل کا اکثر جواب بھی نہیں بن پڑتا؛ مگر اس کے باوجود مشن حق پر دل ایسے مطمئن ہوتا ہے جیسے وجود باری تعالیٰ پر ایک راسخ العقیدہ مسلمان کا دل مطمئن ہوتا ہے اگرچہ اس کو وجود باری تعالیٰ پر کوئی دلیل یا معترض کے اعتراض کا جواب بالکل نہ آتا ہو۔

چنانچہ ہمارے میزبان دوستوں کی کیفیت بالکل یہی تھی کہ مشن کی سچائی اور جماعت کی قیادت پر پائے جانے والے اعتماد کو کمزور نہ کیا جاسکا کہ امام سنی انقلاب کے مشنوی خدو خال سے کسی حد تک آگاہ تھے مگر وہ نوجوان جو براہ راست حضرت امیر عزیمت شہیدؒ کے لرزا دینے والے خطابات کو سننے سے تاحال قاصر و محروم ہیں وہ چونکہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں اس لیے ان کیلئے اس طرح کی فلاسفی البتہ روحانی فالج کا سبب بن سکتی ہے۔

ہمارے جن صالح اور ملی غیرت سے سرشار دوستوں نے مذکورہ بالا فکری مواد نقل کیا یہ صرف اکادکا حضرات کا بیان کردہ نہیں بلکہ عام طور پر جماعتی رقابت سے لبریز دوست اس بات کی خوب تشہیر کرتے ہیں۔ جزوی اور محدود فکر و نظریے کا طعنہ دہراتے ہوئے بڑی دل سوزی اور دردمندی سے بیان کیا جاتا ہے کہ اتنی بڑی قربانی اور امت کا جوان خون محض اس ایک چھوٹے سے مقصد پر خرچ کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ ہمارے ساتھ کیوں نہیں چل پڑتے؟، کہ ہم بڑے مقصد اور ایسی کئی کو تھامے ہوئے ہیں کہ جس کے تحت ان کا جزوی اور وہ چھوٹا سا مقصد بھی آجاتا ہے جس پر یہ لوگ بہت کچھ قربان کر رہے ہیں۔

چنانچہ کسی کا فرمان ہے کہ ہم پورے دین کا نفاذ چاہتے ہیں جب پورا دین ہی نافذ ہو جائے گا تو پھر کون مسلم اور کون غیر مسلم؟ یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا؛ اور یہی تمہارا مطلوب ہے۔

کوئی یوں ارشاد فرماتا ہے کہ تم صرف صحابہ کرامؓ کا دفاع کرتے ہو۔ اور ہم

اور انکے درد دل سے آشنائی حاصل کی ہے، ان پر تو یہ کیا اس سے بھی زیادہ ملمع کیے ہوئے دلائل کے انبار بھی ریت کی دیوار سے زیادہ کمزور اور بے وقعت ہیں۔ ایسے حضرات پر تو دانشوری کا رعب ایک آنے کا بھی نہیں۔ لہذا ایسے زیرک اور ذی بصیرت افراد پر مشن حضرت امیر عزیمت شہیدؒ کے مقابل کسی بھی دلیل کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور باوجودیکہ ایسے وضع شدہ دلائل کا اکثر جواب بھی نہیں بن پڑتا؛ مگر اس کے باوجود مشن حق پر دل ایسے مطمئن ہوتا ہے جیسے وجود باری تعالیٰ پر ایک راسخ العقیدہ مسلمان کا دل مطمئن ہوتا ہے اگرچہ اس کو وجود باری تعالیٰ پر کوئی دلیل یا معترض کے اعتراض کا جواب بالکل نہ آتا ہو۔

چنانچہ ہمارے میزبان دوستوں کی کیفیت بالکل یہی تھی کہ مشن کی سچائی اور جماعت کی قیادت پر پائے جانے والے اعتماد کو کمزور نہ کیا جاسکا کہ امام سنی انقلاب کے مشنوی خدو خال سے کسی حد تک آگاہ تھے مگر وہ نوجوان جو براہ راست حضرت امیر عزیمت شہیدؒ کے لرزا دینے والے خطابات کو سننے سے تاحال قاصر و محروم ہیں وہ چونکہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں اس لیے ان کیلئے اس طرح کی فلاسفی البتہ روحانی فالج کا سبب بن سکتی ہے۔

ہمارے جن صالح اور ملی غیرت سے سرشار دوستوں نے مذکورہ بالا فکری مواد نقل کیا یہ صرف اکادکا حضرات کا بیان کردہ نہیں بلکہ عام طور پر جماعتی رقابت سے لبریز دوست اس بات کی خوب تشہیر کرتے ہیں۔ جزوی اور محدود فکر و نظریے کا طعنہ دہراتے ہوئے بڑی دل سوزی اور دردمندی سے بیان کیا جاتا ہے کہ اتنی بڑی قربانی اور امت کا جوان خون محض اس ایک چھوٹے سے مقصد پر خرچ کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ ہمارے ساتھ کیوں نہیں چل پڑتے؟، کہ ہم بڑے مقصد اور ایسی کئی کو تھامے ہوئے ہیں کہ جس کے تحت ان کا جزوی اور وہ چھوٹا سا مقصد بھی آجاتا ہے جس پر یہ لوگ بہت کچھ قربان کر رہے ہیں۔

چنانچہ کسی کا فرمان ہے کہ ہم پورے دین کا نفاذ چاہتے ہیں جب پورا دین ہی نافذ ہو جائے گا تو پھر کون مسلم اور کون غیر مسلم؟ یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا؛ اور یہی تمہارا مطلوب ہے۔

کوئی یوں ارشاد فرماتا ہے کہ تم صرف صحابہ کرامؓ کا دفاع کرتے ہو۔ اور ہم

اسلام کی عظیم الشان پہلی فتح اور اصحاب بدر کی پاک نسبت بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے؛ پھر رات کا وقت اور رات کا بھی آخری حصہ تھا جب مجدد العصر کے پاک مشن پر (ایک سیاہ کار اپنے گناہوں کا پلندہ کندھوں پہ اٹھائے ہوئے) لب کشائی کی جسارت کر رہا تھا۔ یہ ضرور کہ اپنے گناہوں کی سیاہی راستہ میں بارہا مرتبہ حائل ہو کر رکاوٹ ڈالتی رہی ہوگی مگر پاک مشن، ایک پاک باز کا ذکر خیر اور برگزیدہ ہستی کا کمال اخلاص کچھ ایسا اثر آفریں تھا کہ راقم کی ہزاروں خامیوں، محرومیوں، ناکامیوں اور اپنی کم مائیگی کے باوجود مشن حق نے اپنا رنگ دکھایا۔ ان دوستوں نے بعد میں کئی بار تذکرہ کیا کہ آج کی اس گفتگو سے ہمیں کئی سوالات کے جواب مل گئے اس طرح کے کئی جملے اور بھی انہوں نے کہے۔

اب جبکہ رمضان المبارک کو گزرے پون ماہ ہونے کو ہے دل میں خیال آیا کہ اس گفتگو کا مختصر سا خلاصہ لکھ کر اپنے دیگر بھائیوں کی خدمت میں پیش کیا جائے کہ شاید یہ تحریر ان اہل اخلاص کی برکت سے اہل اسلام کیلئے نافع اور معترضین کیلئے روشن چراغ اور طالبان حق کیلئے نشان منزل ثابت ہو کر راقم سیاہ کار کی بخشش کیلئے وسیلہ بن جائے۔

اللہ کریم محض اپنے کرم و فضل سے قبول فرما کر احقاق حق اور ابطال باطل کا ذریعہ، قارئین کرام کیلئے نافع اور راقم کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

آمین، بجاہ النبی الکریم ﷺ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۲۰۱۰/۱۰/۲ رات ۱۱:۲۳

نوٹ: احباب کرام یہ نوٹ فرمائیں کہ اگرچہ مذکورہ گفتگو ایک بیان کی صورت میں اپنے محبوب دوستوں کی خدمت میں ہوئی تھی۔ مگر اب جبکہ اس کو تحریر میں لایا گیا ہے اگرچہ خاکہ تو وہی ہے جو اس وقت کے بیان میں زیر بحث تھا مگر اب جب کہ قید تحریر میں اس گفتگو کو لایا گیا ہے اس کی ترتیب و تنظیم کے علاوہ کافی ساری باتیں اضافہ ہوئی ہیں۔ چونکہ وہاں کی ہونے والی گفتگو ریکارڈ میں نہیں تھی، لہذا اپنی یادداشت سے ہی انہیں معلومات کو نئی ترتیب سے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا

علی الاثم والعدوان والتقوا اللہ!

وقولہ تعالیٰ:

یاایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین۔

امنن باللہ وبایاتہ صدق اللہ العظیم

اللہم صل علی سیدنا ومولانا محمد

وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم علیہ

قابل صد تکریم انتہائی معزز و محترم میرے محسن بھائیو، اور نو جوان دوستو!

یہ محض خالق کریم کا احسان، اس کا کرم، اور خاص فضل ہے جس نے اس مبارک ماہ کے مبارک

لمحات اپنے گھر میں گزارنے اور راہ حق کی تلاش کیلئے محنت، کوشش اور تحقیق و جستجو کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔

بلاشبہ یہ قبولیت کی علامت ہے جو گھر کے مالک نے ہمیں اپنے گھر کی چوکھٹ پر گرے پڑے رہنے کی، اور اپنے مالک کو منانے کیلئے مسلسل کوشش کرنے کی توفیق دی ہے۔ کوئی شخص کسی کے گھر میں اس کی مرضی کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ پس مالک کریم کی مرضی اور اس کی نظر عنایت حاصل نہ ہوتی تو ہم کبھی اس کے گھر میں قیام پذیر نہ ہو سکتے۔

قابل احترام دوستو! میں نے قرآن پاک کی جن دو آیات مبارکہ کی تلاوت کی ہے، ان میں اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں:

”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں دوسروں کا تعاون کرو، اور گناہ و ظلم کے کاموں میں (ظالم و گناہ گار) کا ساتھ مت دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔“

دوسری آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ:

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور بچوں کے ساتھ ہو جاؤ“

ان دونوں مبارک آیات میں ہمیں جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان میں:

نمبر ۱: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں دوسروں کا ساتھ دینا؛

نمبر ۲: برائی اور زیادتی کے کاموں میں ان جرائم کے مرتکب افراد کا بالکل تعاون نہ کرنا؛

نمبر ۳: تقویٰ یعنی اللہ کا ڈر دل میں پیدا کرنا؛ اور،

نمبر ۴: سچے لوگوں کے ساتھ ملے رہنا، تقیہ باز اور جھوٹ و فریب کاری کے مرتکب افراد کے ساتھ ہرگز کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھنا۔

وطن عزیز کے محسنوں میں ایک عظیم شخصیت

یہ تو سادہ سا ان ارشادات ربانی کا مفہوم ہے۔ وطن عزیز میں جن نمایاں اور سرکردہ

شخصیات نے نیکی، سچائی اور ملی و ملکی خدمات میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور جن مبارک ہستیوں

کی ان تھک کاوشوں سے ہمارا پیارا پاکستان کئی خطرات سے محفوظ رہا، قومی و اجتماعی مفادات کو نہ صرف تحفظ نصیب ہوا بلکہ خطرناک سازشیوں کی فریب کاری سے ارباب وطن کو آگاہی نصیب ہوئی ان میں ایک نمایاں نام امیر عزیمت، مجدد العصر، امام سنی انقلاب، حضرت اقدس مولانا حق نواز شہید کا ہے۔ اگرچہ دجالی میڈیا اور اغیار کے انٹیلی جنس شعبہ نے شہید راہ وفا حضرت امیر عزیمت کی قومی و ملی خدمات اور وطن عزیز کی سالمیت کیلئے ان کی جدوجہد، غیر ملکی و غیر اسلامی انقلاب سے پاک سرزمین کو بچانے کیلئے ان کی عدیم المثال اور عظیم الشان قربانی پر گہرے پردے ڈال رکھے ہیں۔ بلکہ ان کی قومی خدمات، ملی مفادات کے تحفظ کیلئے دی جانے والی قربانیوں اور پاک سرزمین کی نظریاتی چوکیداری کو دشمنی کے روپ میں پیش کیا ہے؛ مگر تعصب اور فریب کاری کی یہ گرد انشاء اللہ بہت جلد بیٹھنے والی ہے۔ جب بھی میڈیا وار اور ظلم و زیادتی کی یہ اڑتی گرد کچھ بیٹھ جائے گی اور مطلع قدرے صاف ہو جائے گا، تعصب کی عینک اتار کر دیکھنے والے ذرا سی نظر اٹھائیں گے تو صاف دیکھ لیں گے کہ اس پاک وطن کے نظریاتی اور جغرافیائی وجود کی حفاظت پر خون جگر نثار کر کے قوم و ملک اور خدائے بزرگ و برتر کے سامنے سرخرو ہونے والے وہی بوریائیں، درویش منش اور محبت وطن حضرات ہیں جن کی قیادت کبھی علامہ شبیر احمد عثمانی فرما رہے تھے، تو کبھی حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مفتی محمود اور مجدد العصر امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہید اور ان کے تربیت یافتہ حضرات۔

حضرات محترم! چونکہ ابھی تک منفی پراپیگنڈے کا زہریلا ایٹم بم تعصب و فریب کاری کے بارود سے فضاء کو مکدر کیے ہوئے ہے۔ اس لیے ضرورت پیش آئی کہ حضرت مجدد العصر کے عظیم الشان کارناموں اور ان کی قومی و ملی اور ملکی خدمات سے نسل نو کو آگاہ کیا جائے؛ کہ دراصل حقیقت کیا ہے اور لوگ پروپیگنڈہ کا شکار ہو کر بیان کیا کرتے ہیں؟ راقم کا خیال ہے کہ اجتماعی طور پر ہم نے حضرت مجدد العصر کے کارناموں کو چھپا کر قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے اور مسلسل بڑھتے ہوئے منفی پروپیگنڈے کے سامنے کوئی دیوار کھڑی نہیں کی۔ جہاں ہماری یہ

خاموشی قومی جرم اور ملت کے ساتھ زیادتی ہے وہاں اپنے اسلاف کے ساتھ عہد و وفا نبھانے میں بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ بہر حال اپنی بے شمار کمزوریوں متعدد محرومیوں کے باوجود راقم نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ اگرچہ اس مختصر نشست میں یہ ممکن نہیں، کہ ان کی خدمات کو سمیٹا جا سکے تاہم ایک آدھ جھلک اور ان کے درد دل سے کسی حد تک آشنائی کا کچھ سامان ضرور کیا جاسکتا ہے۔

قومی مفادات کا تحفظ قومی راہنما کا بنیادی فرض ہے

کسی بھی قومی راہنما کی سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہوتی ہے کہ وہ قومی مفادات پر گہری نظر رکھے۔ کسی بھی قیمت پر وہ قومی مفادات و قومی متاع کو نقصان نہ پہنچنے دے۔ بالفرض کبھی قوم کی متاع عزیز پر ڈاکہ زنی ہو رہی ہو تو کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے کی بجائے وہ جان کی بازی لگا دے مگر قومی اثاثہ کو ہرگز ہرگز لٹنے نہ دے۔ وہی لیڈر اور قومی راہنماء اپنی قوم کے دلوں پر راج کرتا ہے جو قومی مفادات کا تحفظ جان پر کھیل کر کر جاتا ہے۔ وطن عزیز پر یوں تو کئی مرتبہ مشکل حالات نے گھیرا ڈالا کئی مرتبہ صبر آزما حوادث سے گزرنے والا پاک وطن اللہ کے خاص فضل سے ہمیشہ سرخرو ہوا۔ ان مشکل ترین حالات میں سب سے زیادہ خوف ناک اور آزادی وطن کو برباد کرنے کا ”علم“ لے کر بڑھنے والا ایک موقعہ وہ بھی آیا جب کہ آزادی وطن کو غلامی کا طوق پہنانے کیلئے خود اسی وطن سے ایک گروہ کھڑا ہو گیا تھا۔ بلکہ وطن کے نمک خوار، اس کے ٹکڑوں پر پلنے والے، اسی وطن کی دولت پر عیاشی کے مزے اڑانے والے بھی آزادی وطن کے دشمن بن گئے۔ اپنے وطن اور پاک مٹی سے عہد و وفا نبھانے کی بجائے انہوں نے اپنی وفاداریوں کو غیر ملکی قوتوں کی جھولی میں ڈال دیا حتیٰ کہ اعلانیہ وطن عزیز کے ارباب اختیار کو سب و شتم اور دوسرے ملک کے حاکموں کو قابل اطاعت اور واجب التقلید کہا جانے لگا۔

جب آزادی وطن کو خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑا

محترم حضرات! یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے جب پاکستان کے ایک پڑوسی ملک میں انقلاب برپا ہوا۔ انقلاب کا یہ قصہ کوئی صدیوں پرانا نہیں، جو اخبارات وغیرہ پڑھنے والے اس سے ناواقف ہوں۔ اس انقلاب کا ماٹو اور بنیادی نعرہ یہ تھا کہ ”لا شیعہ ولا سنیہ اسلامیہ اسلامیہ“ یہ اور اسی مفہوم کے نعروں سے یہ تاثر بڑے پائیدار طریقہ سے قائم کیا گیا کہ انقلاب کا واحد مقصد صرف اور صرف اسلام کا نفاذ ہے اور بس۔ اس انقلاب کی مکمل کامیابی کے بعد اس ملک پر نہ شیعہ فرقہ کی اجارہ داری ہوگی اور نہ ہی سنیوں کی؛ بلکہ شیعہ سنی تفریق سے بالکل ہٹ کر یہاں صرف اسلام نافذ کیا جائے گا۔ اس نعرے کی بنیاد پر پوری اسلامی برادری کی ہمدردیاں، ان کی حمایت اور سہارا لے کر یہ انقلاب برپا کیا گیا۔ چنانچہ واقفان حال بخوبی آگاہ ہیں کہ دنیا بھر کے فرزندانِ توحید نے اپنی وسعت سے بڑھ کر اس انقلاب کی نہ صرف حمایت کی بلکہ کامیابی کے حصول کیلئے حتی الوسع ہر ایک نے اپنی بھرپور صلاحیتوں کو استعمال کیا۔ لیکن انقلاب برپا ہونے کے فوری بعد سابقہ اعلانات و اشتہارات کے بالکل برعکس؛ اعلان کر دیا گیا کہ ایران میں صرف اثنا عشری شیعہ فرقہ کی حکومت ہوگی۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایران کا صدر، وزیر اعظم، عدلیہ کا سربراہ، فوج کا سربراہ، مجلس خبرگان کا ممبر وغیرہ تمام کلیدی عہدوں پر اثنا عشری شیعہ کے علاوہ کسی فرقہ کا شخص منتخب نہیں ہو سکتا۔ بات صرف یہیں پر ختم نہیں ہوئی، بلکہ اہلسنت والجماعت کے خلاف ایک منظم تحریک شروع کی گئی، جس کے تحت انہیں مکمل طور پر ختم کیا جاسکے، یا کم از کم انہیں مکمل طور پر مفلوج کر کے غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاسکے۔ چنانچہ آج جب اس انقلاب کو ۳۱ سال کا عرصہ گزر چکا ہے آج تک ایران کے دارالحکومت تہران میں اہلسنت والجماعت کو ایک انچ زمین پر باجماعت نماز ادا کرنے کیلئے مسجد بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ جبکہ اسی تہران میں یہودی، مجوسی، سکھ، عیسائی وغیرہ غیر مسلموں کے عبادت خانے موجود ہیں۔

انقلاب کا روپ

الغرض واضح طور پر یہی محسوس کیا جانے لگا کہ اس انقلاب کا واحد مقصد اہلسنت والجماعت کے وجود کو ختم کرنا ہے۔ چنانچہ ایران میں، اس انقلاب کے بعد، اہلسنت پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ فوج اور دوسرے محکموں میں سے سنی افسران کو نکال نکال کر مختلف الزامات لگا کر گولیوں سے بھون دیا گیا۔ یہ بات تو ہر ایک کے زد عام ہے کہ ایران کے انقلاب کا بانی روزانہ بیس پچیس آدمیوں کے قتل سے ناشتہ کرتا ہے۔ وہ کیا تھا؟ وہ صرف اور صرف سنی عوام و خواص کا قتل عام تھا جسے انقلاب دشمنی کا لبادہ اوڑھا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ اس قتل عام پر اس وقت دنیا کے تمام امن پسند، انصاف پسند افراد، تنظیمیں اور ادارے احتجاج کرتے رہے ہیں اور یہ تمام باتیں آن دی ریکارڈ ہیں دیدہ ہیں حضرات ان سے ناواقف نہیں۔ اہلسنت والجماعت کی مساجد گرائی گئیں، مذہبی لٹریچر کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی گئی۔ سنی بچوں کو تعلیم کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ سکول کالجوں میں سنیوں کو شیعہ مذہب پڑھنے پر مجبور کیا گیا۔ سنی اکابر اور مقتدر حضرات پر غداری کے مقدمات قائم کر کے انہیں قتل کر دیا گیا۔ جن حضرات نے اس انقلاب کو بہت قریب سے دیکھا ہے انہوں نے اس حیرت ناک المیے کا برملا اعلان کیا ہے۔ چنانچہ آشکدہ ایران، ایران اور عالم اسلام، ایران افکار و عزائم، ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت، ایران میں سنیوں پر کیا گزری، خمینی ازم اور اسلام، یہ سب وطن عزیز کے چند نامور صحافیوں کی تحریرات ہیں جن میں مذکورہ افسوس ناک صورت حال سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کیا گیا ہے۔ ارباب انصاف ان کتابوں کا مطالعہ فرما کر درپردہ حقائق سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔ گویا یہ ایک الم ناک حادثہ اور خوفناک تحریک تھی جس سے اہل اسلام کو واسطہ پڑا۔ اگرچہ یہ منافقت اور فریب کاری اور اہل اسلام پر ظالمانہ حملہ ضرور ایسا تھا کہ اس ظلم کے خلاف ایک زبردست تحریک شروع کی جاتی جس کا مقصد ”انقلابیوں“ کے اس ظلم و جبر سے مظلوموں کو نجات دلانا ہوتا، مگر اس تحریک کے چلائے جانے پر

کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا تھا کہ تم ایک غیر ملک میں ہونے والے ظلم پر سراپا احتجاج بن کر اپنے ملک کی معیشت، امن و امان اور یہاں کی مقامی آبادی کیلئے مشکلات کیوں کھڑی کر رہے ہو۔

یہی وجہ ہے کہ باسیان پاکستان خواہ ارباب علم ہوں یا یہی خواہان ملت اسلامیہ وہ ”انقلابیوں“ کے اس ظلم و جبر اور سفاکی و ہولناکی کے باوجود سراپا احتجاج نہیں بنے۔ بلکہ محض حکومت وقت سے احتجاج اور حکام سے مطالبات پر ہی اکتفا کیا اور عالمی معاملات کو سدھارنا حکام وقت کی ذمہ داری قرار دے کر خاموش رہے۔

عالم اسلام انقلابیوں کی زد میں

مگر اس وقت مجاہدین وطن حیرت کے سمندر میں غرق ہو گئے جب ”انقلابیوں“ نے بڑی تیاری کے ساتھ پورے عالم اسلام پر اپنے خونی انقلاب کو برآمد کرنے کا کھلے عام اعلان شروع کر دیا۔ انہوں نے پوری دنیا کے صرف اسلامی ملکوں میں اپنی سرگرمیاں تیز کر کے وہاں شیعہ حکومت قائم کرنے کی بھرپور کوششیں شروع کیں۔

چنانچہ انقلاب کے فوری بعد مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ عالم اسلام میں اس انقلاب کو برآمد کرنے کی عملی کوششیں شروع کر دی گئی۔ ایک ہی ایجنڈے پر کام کو تیزی کے ساتھ پھیلا یا جانے لگا کہ کسی طرح دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں شیعہ انقلاب کو برآمد کیا جائے۔ محترم نذیر احمد صاحب، اپنی کتاب ”ایران اور عالم اسلام“ میں لکھتے ہیں:

”انقلاب کے بعد ایرانی حکمران صرف شیعہ امامیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور ہر اسلامی ملک میں شیعیت کا نفاذ اور شیعہ انقلاب یا شیعہ نواز حکمران لانے کیلئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ شاہ کے خلاف ایت اللہ خمینی کو برسر اقتدار لانا بھی امریکہ کی بالواسطہ اسلام کے خلاف ایک سازش تھی۔ جس کا مقصد درپردہ اسلام میں غیر اسلامی نظریات کو داخل کر کے اسلام کی صحیح روح کو مسخ کرنا تھا۔“

”ایران اور عالم اسلام ص ۱۲“

محترم نذیر احمد صاحب، اپنی دوسری کتاب ”ایران افکار و عزائم“ میں ایرانی وزارت نشر و اشاعت کے ایک کتابچہ کے حوالے سے خمینی کے جانشین کا یہ اقتباس نقل کرتے ہیں:

”ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی ایران جیسے حالات پیدا ہوں اور ہم اس انقلاب کو ان ملکوں میں برآمد کر سکیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام مظلوم لوگ اپنے حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے معاملات کو اپنی گرفت میں لے کر اپنے حقوق کو بزرور حاصل کریں۔“ ”ایران افکار و عزائم ۳۴“

آگے لکھتے ہیں:

”دوسرے اسلامی ملکوں میں ہماری سفارتوں اور فرہنگی مراکز کا سب سے ضروری فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خاص خاص موقعوں پر امریکہ اور اسرائیل کے خلاف اکٹھا کریں..... ہمارے سفیروں کو دوسرے ملکوں میں خاص طور پر نام نہاد اسلامی ملکوں میں اپنا وقت انتظامی اور غیر ضروری امور پر ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنے انقلاب پر پختہ ایمان اور یقین رکھتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ وہاں کے لوگوں میں انقلاب کا جذبہ بیدار کریں اور اس کے لئے راہ ہموار کریں الخ (ایضاً ۳۵، ۳۶)

جناب نذیر احمد صاحب نے اس طویل مضمون میں نائب خمینی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایران کا انقلاب دوسرے اسلامی ممالک میں برآمد کرنے کیلئے ایرانی وغیر ایرانی تنظیموں، کھلاڑیوں اور سفیروں کے علاوہ ہر ایرانی کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنا انقلاب دوسرے اسلامی ممالک میں برآمد کر سکے۔ (ایضاً)

واضح رہے کہ ایرانیوں کی کوشش صرف اسلامی ممالک میں یہ انقلاب برآمد کرنے کی ہے۔ غیر مسلم ممالک میں اس انقلاب کو برآمد کرنے کی نہ تو کوئی ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ وہ اس کے لئے کوئی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں صرف شیعہ ہی صحیح مسلمان ہیں باقی تمام لوگ کافر اور امریکی اسلام کے پیروکار ہیں۔ چنانچہ جناب نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:

ایت اللہ جنتی (جو اہل بیت کو نسل کا صدر ہے) نے کہا وہابی اپنی مالی طاقت کے بل

بوتے پر امریکی اسلام کو سچا اسلام ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایضاً ص ۴۵

اس پر فریب اور رنگین پراپیگنڈا کے تحت وہ اپنے نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ ہم

سچے اسلام کے مالک ہیں اور دنیا میں اسے نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ پس اس انقلاب کا ہدف

امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل جیسے غیر مسلم نہیں؛ نہ انہیں روس، چین وغیرہ کافر ممالک میں اس

انقلاب کو برآمد کرنے کی فکر ہے وہ صرف اور صرف سعودی عرب، پاکستان اور ان جیسے دیگر

اسلامی ممالک میں اپنا انقلاب برآمد کرنے کے درپے ہیں۔ رات دن کی مسلسل کوشش

انہیں اسلامی ممالک کی آزادی سلب کرنے اور سنیت کو کرش کرنے کی ہے۔

ارباب بصیرت ایرانی انقلاب کو برآمد کرنے کیلئے امام خمینی اور اس کے جانشینوں کی

وہ ہدایات پڑھیں جو انہوں نے اپنے ان سفیروں کو جاری کی ہیں کہ جو اسلامی ممالک میں بھیجے

گئے ہیں۔ نیز وہ ہدایات اور خطبات بھی قابل ملاحظہ ہیں جو اسلامی ممالک کے باسیوں کے نام

جاری کئے گئے ہیں۔ ان تمام تر ہدایات اور انقلاب کو برآمد کرنے کی کوششوں سے باسانی

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس انقلاب کے پس پردہ عزائم و مقاصد کیا ہیں۔ بہر حال اس انقلاب

کو اسلامی ممالک میں بزور برپا کرنے کیلئے ہر طرح کے حربے آزمائے جانے لگے۔ اسلامی

ممالک میں اپنے اس انقلاب کو برپا کرنے کے محض اعلان یا بیان ہی نہیں جو ایرانی ذرائع

ابلاغ اور ان کی حکومت نے جاری کئے بلکہ عملی طور پر اس کے لئے اقدامات کئے۔ کئی ایک جگہ

جارجیت کا بدترین مظاہرہ بھی کیا اور جہاں بس چلا پڑوسی ملکوں کی آزادی پر شب خون مارا۔

دوست بن کر پڑوسی ملکوں میں داخل ہوئے اور جوں ہی بس چلا ان کو اپنے شکنجے میں کس لیا۔

ایرانیوں کی بندگان خدا کو اپنا بندہ بنانے اور آزاد مخلوق کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کی وہ

قدیم عادت اور پرانی خصلت ہے جو وقتاً فوقتاً منظر عام پر آتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس کی ادنیٰ سی

ایک مثال ایران کے پڑوس میں موجود قلعہ موسیٰ ہے جہاں دوستی کے روپ میں داخل ہو کر ان

کی آزادی کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ کمزوروں کو محکوم بنانے اور وہاں پر اپنے انقلاب کا بیج بونے

کی یہ نئی کہانی اگست ۱۹۹۲ء میں رقم ہوئی جب ایرانیوں نے جزیرہ ابوموسیٰ پر اپنا فوجی قبضہ مکمل کر لیا۔

جزیرہ ابوموسیٰ پر کیا گزری

جناب نذیر احمد صاحب نے جزیرہ ابوموسیٰ پر ایرانی قبضہ کی تاریخی معلومات ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہیں۔

”۲۶ فروری ۱۹۹۲ء کو صدر رفسنجانی نے خود ابوموسیٰ کا دورہ کیا اور کہا کہ یہ جزیرہ تو

ایک قیمتی ہیرے کی مانند ہے..... پھر چند دنوں کے بعد مارچ ۱۹۹۲ء

میں ایرانی فوجیں ابوموسیٰ میں داخل ہو گئیں۔ شارجہ کے مقامی لوگوں کو جزیرے

سے نکال دیا گیا اور شارجہ کی مختلف تنصیبات کو بھی قبضہ میں لے لیا گیا۔.....

اگست ۱۹۹۲ء تک ایران نے جزیرہ ابوموسیٰ پر اپنا فوجی قبضہ مکمل کر لیا۔ بی بی سی نے

اپنے تبصرے میں ۳/۹/۹۲ کو کہا کہ ابوموسیٰ پر ایران کا زبردستی قبضہ دور رس نتائج کا

حامل ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ ابنائے ہرمز میں تیل کی آزادانہ آمد و رفت کیلئے خطرہ

ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ خطرہ ایران عراق جنگ کے دوران پہلے ہی محسوس کیا جا چکا ہے

جب ایران کی جنگی کشتیاں ابوموسیٰ کے جزیرے سے اس علاقہ میں تجارتی جہازوں

پر حملہ آور ہوتی تھیں۔..... ایران کے ہوائی فوج کے سربراہ نے کہا کہ اگر کسی

جہاز نے ابوموسیٰ کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی تو اسے تباہ کر دیا جائے گا۔“

”ایران افکار و عزائم ص ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴“

حرمین شریفین کی طرف اٹھی میلی نگاہیں

ایرانیوں نے نہ صرف پڑوسی ممالک کی زمین اور جزیروں پر قبضہ کر کے اپنے

انقلاب کو برآمد کرنے اور پھیلانے کیلئے زرخیز علاقوں کو کنٹرول کرنے کا سلسلہ شروع کیا بلکہ

ان کی جرات یہاں تک بڑھ گئی کہ براہ راست مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کا نہ صرف

اعلان کرنے لگے بلکہ مکمل منصوبہ بندی شروع کر دی گئی۔ باقاعدہ بانی انقلاب نے اس کام پر اپنی پوری قوم بلکہ دنیا بھر میں آباد اپنے فرقہ کو خوب ابھارا، اور ہر سال حج کے موقعہ پر فسادات کا سلسلہ شروع کروایا۔ چنانچہ بانی شیعہ انقلاب نے برملا اعلان کرنا شروع کر دیا کہ مکہ مدینہ پر قبضہ کیے بغیر ہم اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتے۔

خمینی نے فرانس میں اپنی خود ساختہ جلاوطنی کے دوران ایک تقریر کی جو فرانس میں ایران ہی کی فارسی زبان میں ”خطاب بہ نوجوانان“ کے نام سے طبع ہوئی اس تاریخی خطاب میں خمینی نے جو خاص بات بلکہ اہم مقصد بیان کیا وہ یہ تھا:

”دنیا کی اسلامی اور غیر اسلامی طاقتوں میں ہماری قوت اس وقت تک تسلیم نہیں ہو سکتی جب تک مکہ اور مدینہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہو جاتا۔ چونکہ یہ علاقہ مہبط الوحی اور مرکز اسلام ہے اس لئے اس پر ہمارا غلبہ و تسلط ضروری ہے.... میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گا تو سب سے پہلے میرا یہ کام ہوگا کہ حضور ﷺ کے روضہ میں پڑے ہوئے دو بتوں (ابوبکر و عمرؓ) کو نکال باہر کروں گا۔ معاذ اللہ (خطاب بہ نوجوانان بحوالہ خمینی ازم اور اسلام ص ۸)

خمینی تو حرمین شریفین (شریفہما اللہ تعالیٰ) پر قبضہ کرنے کی خواہش سینہ میں لے کر ہی دنیا سے چلا گیا اور حرم نبوی میں ریاض الجنہ کے مقدس مقام و مکان میں آرام فرما شیخین کی ذوات قدسیہ تک وہ بالکل ہی نہ پہنچ سکا۔ یوں اس کی وہ خواہش حسرت بن کر اس کے سینہ میں ابلتی رہی۔ جس کا تذکرہ اس نے اپنے مذکورہ بالا خطاب میں کیا تھا۔ مگر اس کی ذریت نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی پاک سرزمین پر قبضہ کرنے کی کوششوں میں کوئی کمی نہیں کی۔ امن و آشتی اور کائنات کو محبت و سلامتی کی دولت سے روشناس کروانے والے ان دونوں مراکز کو ایرانیوں نے فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا ڈالا۔ روز ماتمی جلوس، مرثیہ خوانی، مجالس عزاء اور حرمین کے گرد ریہرسل، دونوں شہروں کے حساس مقامات کی ویڈیو بنا کر دنگا فساد کی منصوبہ بندی شروع کر دی گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ خمینی کی ذریت بھی اپنے مقتداء کی طرح حسد کے جلتے تیل میں

جل جل کر کالا سیاہ کوئلہ ہو جانے کے علاوہ نامرادیوں کا ہار بھی گلے میں ڈالے رہے گی مگر انہوں نے اپنے طور پر کچھ کمی نہیں کی۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ حضرات شیخین کا پہریدار اور ان کی نگرانی فرمانے والا تو بڑی قدرتوں والا ہے۔ یہ اس کی شان قدرت ہے کہ جو ان نفوس قدسیہ کو روضہ اقدس سے نکالنا چاہتا تھا رب ذوالجلال نے اسے اپنے چاہنے والوں کے ہاتھوں سے ہی کفن سے نکلوا دیا یوں وہ بے گور و کفن اپنے مریدوں کے پاؤں تلے روند جاتا رہا۔ اس کفن سے بے کفن ہونے اور روندے جانے کے منظر کو کیمرے کی آنکھ نے آنکھوں والوں کیلئے محفوظ کر لیا تھا۔ روزنامہ جنگ لندن کے شائع شدہ اخبار اس دعوے کی مکمل دلیل اور عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے پیغام ہیں۔ چاہو تو!

محترم حضرات! حرمین شریفین پر قبضہ کی ایرانی جسارتیں خطرناک حد تک بڑھتی چلی گئیں۔ حتیٰ کہ اکتوبر ۱۹۸۱ء میں ایرانی شریکوں نے کئی روز تک مکہ مکرمہ میں شورش برپا کیے رکھی۔ ایرانی انقلابیوں نے اپنے ساتھ دیگر ممالک کے اپنے ہم مذہبوں کو بھی ملایا ہوا تھا۔ پھر ۱۹۸۷ء میں حج کے موقع پر لاکھوں ایرانیوں نے جو کرتب دکھایا اور جس شرمناک حد تک ان مقدس مقامات کو پامال کیا اور باب دانش پر وہ مخفی نہیں۔ یہ تو خدائے واحد کی خاص عنایت اور اس کی بے پناہ نصرت و اعانت تھی جو بروقت انہوں نے اس خطرناک سازش کو خاک میں ملا دیا ورنہ ایرانی انقلابیوں نے مکمل پلاننگ کی ہوئی تھی کہ وہ مواصلات کے نظام پر قبضہ کر کے یہ اعلان نشر کر دیں گے کہ خمینی ان مقدس مقامات کا خادم اور محافظ ہے۔

مقدس مقامات کا امن پامال کرنے والے

اسی طرح یہ لوگ ان مقدس مقامات کے پر امن نظام کو برباد کرنے کیلئے ہر سال حج کے موقع پر مختلف ہتھ کنڈے استعمال کر کے فسادات کرتے رہتے ہیں۔ اپریل ۱۹۸۸ء میں مشرقی صوبے میں ایک خطرناک بم دھماکہ کر کے ہزاروں بے گناہ شہریوں کو شہید کر دیا۔ یہ تخریب کار پکڑے گئے جنہوں نے ایران کے ساتھ اپنے تعلقات کا

اعتراف کیا۔ مقدس مقامات پر قبضہ کرنے کیلئے انہوں نے قتل و غارت، جلسے جلوس، ماتم زنی و سینہ کو بی سمیت اب تک ہر حربہ استعمال کیا جو تاحال جاری ہے آئے روز سعودی عرب پر طرح طرح کے الزامات اور ان کے خلاف منفی پراپیگنڈا انہیں امریکی غلام اور اسلام دشمن قرار دینا، غاصب، ظالم اور فاسق کے القابات دینا ایرانی ذرائع ابلاغ کا وطیرہ ہے۔ نیز انقلابی موسم حج کو خاص طور پر اپنی سرگرمیوں کے پھیلاؤ کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ایران کے شیعہ حکمران علی الاعلان کہتے ہیں کہ ان کا حج مذہبی مقاصد سے زیادہ سیاسی مقاصد رکھتا ہے۔ ایران کے صدر رفسنجانی نے ۹۱-۵-۲۰ کو ایرانی شیعہ حاجیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ حج کے دوران مسلمانوں کے سیاسی مسائل کو اٹھائیں۔ ۱۹۹۲ء میں حج پر جانے والے ایرانی شیعوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایت اللہ خامنہ ای نے کہا کہ حج کے دوران ان کا اصلی فرض سیاسی مظاہرے کرنا ہے۔ (بحوالہ ایران افکار و عزائم ص ۲۰۳)

تفصیلات ملاحظہ فرمانے کیلئے جناب نذیر احمد صاحب کی اردو کتاب ”ایران افکار و عزائم“ کے ص ۲۰۰ تا ۲۱۰ تک ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

یہ صورت حال بھی یقیناً ایک مسلمان کیلئے تشویش ناک تھی جس کی بناء پر ملت اسلامیہ کو بجا طور پر حق حاصل تھا کہ وہ اس فساد فی الارض کی بری تدبیروں کا انسداد کریں۔ اس سلسلہ میں عالم اسلام کے مسلمان اپنی اپنی جگہ فکر مند ضرور ہوں گے مگر عملی طور پر عوام نے احتجاج اور حکمران طبقہ نے اپنا فرض ادا نہیں کیا تھا۔

وطن عزیز کی آزادی سلب کرنے کیلئے انقلابیوں کی تدبیریں

انقلابیوں کا پوری دنیا پر اپنا تسلط قائم کر کے قدیم فارس کی طرح کی سلطنت قائم کرنے کا پروگرام پالیسی کے تحت چل رہا تھا کہ یہ خبر پاکستان میں بسنے والوں پر قیامت بن کر

ٹوٹ پڑی۔ جس کے مطابق بانی انقلاب نے اعلان کیا تھا کہ پاکستان کی عوام حکومت وقت کا تختہ الٹ دیں، چنانچہ فروری ۱۹۷۹ء میں تہران ٹائمز نے یہ خبر شائع کی جسے پاکستان کے کثیر الاشاعت قومی اخبار روزنامہ جنگ کراچی نے شائع کیا۔ خبر کے مطابق ایت اللہ روح اللہ خمینی نے پاکستانی عوام پر زور دیا کہ وہ جنرل ضیاء الحق کی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ (خمینی ازم اور اسلام ص ۹)

صرف یہی نہیں کہ وطن عزیز کی حکومت گرانے اور اپنے مقصد کی حکومت قائم کرنے کیلئے انقلابیوں نے صرف حکم نامے اور محض بیان جاری کرنے پر اکتفا کیا ہو بلکہ صورت حال ہر آنے والے دن بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ ایران کے بانی انقلاب نے باقاعدہ شیعہ تنظیمیں قائم کر کے یہاں پر سیاسی و مذہبی فسادات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک محب وطن پاکستانی افسر جس نے ایران کی فریب کاری کا بہت قریب سے مطالعہ کیا اور اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے انہوں نے حکومت پاکستان کو حقائق سے آگاہ کیا۔ ان کی مرتب کردہ رپورٹیں اب بھی حکومتی ریکارڈ کا حصہ ہیں۔ پاکستان کے عوام کو آگاہ کرنے کیلئے انہوں نے جوار دو میں کتابیں ترتیب دی ہیں ان میں وہ بڑی وضاحت سے لکھتے ہیں:-

ایران کے انقلاب کی کامیابی پر پاکستان کے شیعوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور ان کا وفد خمینی کو مبارکباد دینے کیلئے فوراً ایران گیا، آغا مرتضیٰ پویا، تو پہلے ہی خمینی کی خدمت میں پچھلے چار ماہ سے موجود تھا۔ خمینی نے پاکستانی شیعوں کو حکومت پاکستان سے اپنے حقوق زبردستی چھین کر لینے کا حکم دیا اور ان کو یقین دلایا کہ تمہاری ہر کاروائی کے پیچھے تمہارا امام اور حکومت ایران تمہارے ساتھ ہے۔ (ایران اور عالم اسلام ص ۱۶)

مزید لکھتے ہیں:

چنانچہ پاکستان واپس آ کر شیعہ لیڈروں نے خمینی کی ہدایات کے مطابق تحریک نفاذ

فقہ جعفریہ کی بنیاد رکھی۔ حکومت پاکستان کو زور دار الفاظ میں اپنے مطالبات پیش کئے۔ شیعہ طالب علموں کیلئے الگ دینی نصاب اور ملک کے ہر شعبہ میں مساوی نمائندگی کا مطالبہ کیا اور مرنے مارنے کی باتیں کرنے لگے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے نصف درجن سے زیادہ مسلح تنظیمیں بنائیں۔ مثلاً امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آئی ایس او) مختار فورس، سپاہ اولیاء، اہل ملیشیا، حسینی فورس، شیعہ یوتھ فورس، سپاہ محمد وغیرہ (ایران افکار و عزائم ص ۷۹)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

بدقسمتی سے آج پاکستان دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ مشرق میں ہندوستان ہمارا ابدی دشمن ہے اور ہمارے پاکستانی تشخص کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ مغرب میں منافق ایران ہے اور اس کا سب کو علم ہے کہ منافق کھلے دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ افغانستان بھی ہماری کمزور ناقص پالیسیوں کی وجہ سے ہم سے بدظن ہوتا جا رہا ہے۔ اس صورت میں ان حقائق سے آگاہ ہونے اور خبردار رہنے کی جتنی اب ضرورت ہے، شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ میں جب اپنے دوستوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ پاکستان میں ایرانی طرز پر ایک شیعہ انقلاب لانے کی درپردہ تیاری ہو رہی ہے تو وہ بات کو ہنس کر ٹال جاتے ہیں۔ دراصل ہماری قوم اپنی بے حسی کے باعث حقیقتوں کا سامنا کرنے کی صلاحیتوں سے محروم ہو چکی ہے۔ اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے سے قاصر ہے۔ پاکستان کیلئے قربانیاں دینے والے اور اس کیلئے کام کرنے والے محدودے چند لوگ جو اب زندگی کی آخری منزل پر پہنچ چکے ہیں۔ ملکی سلامتی کیلئے دست بدعار ہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کربھی کیا سکتے ہیں؟ پاکستان کی مادہ پرست اکثریت دنیاوی عیش و عشرت حاصل کرنے کیلئے جائز و ناجائز طریقے کام میں لا کر اپنا مقصد حاصل کرنے میں مصروف ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ملک میں شیعہ انقلاب لانے کیلئے زبردست منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ شیعہ لیڈروں

نے اب تو برملا اعلان کر دیا ہے کہ وہ پاکستان میں ایرانی طرز کا انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ اور اس کیلئے وہ اپنے کارکنوں کو ضروری تربیت دینے میں منہمک ہیں۔

پاکستان کے مرکزی سیکرٹریٹ پر قبضہ کرنے کیلئے دو دفعہ ریہرسل بھی کی جا چکی ہے۔ درجنوں مسلح تنظیمیں بن چکی ہیں۔ امام باڑوں اور دوسری خفیہ جگہوں میں اسلحہ اور ہتھیار جمع کئے جا رہے ہیں۔ پاکستانی شیعہ دہشت گردی اور تخریب کاری کی جو ایران سے خفیہ تربیت کر کے آئے ہیں وہ اب پاکستان میں مسلسل شیعہ نوجوانوں کو تربیت دے رہے ہیں۔ پاکستانی پولیس فورس اور دیگر حساس اداروں میں شیعہ دھڑا دھڑ بھرتی ہو رہے ہیں۔ حکومت پاکستان کی اہم وزارتوں میں کلیدی عہدوں پر پہلے بھی ان کا قبضہ ہے۔ ریڈیو، ٹی وی، بنکاری، صحافت جیسے دوسرے اہم اداروں میں ان کی اجارہ داری ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان سب کا قبلہ و کعبہ ایران ہے۔ خیمینی ان کے رہبر اور امام ہیں اور ایران کے حکمرانوں کا حکم بجالانا ان کا جزو ایمان ہے۔ ان کی وفاداریاں پاکستان کی بجائے ایران کے ساتھ ہیں۔

(ایران افکار و عزائم ص ۲، ۳، ۴)

محترم نذیر احمد صاحب سابق رکن کلچر اٹلیچی آفس پاکستان، جو طویل عرصہ پاکستان کی طرف سے تہران میں قیام پذیر رہے اور جنہوں نے بڑی ذمہ داری سے درست حالات اور صحیح صورت حال سے وطن عزیز کے حکام و عوام کو آگاہ کیا۔ ان کی تحریروں سے یہ چند اقتباسات نقل کیے ہیں، تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ مخصوص گروہ کا برپا کیا ہوا ایرانی انقلاب کس تیزی سے خونخوار بھیڑیے کی طرح پاکستان کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ کچھ بعید نہیں تھا کہ یہ انقلاب وطن عزیز کی آزادی کو ہڑپ کر جاتا اور ایک بار پھر باسیان پاکستان غلامی کا طوق گلے میں ڈالے بے بسی میں ایام زندگی گن رہے ہوتے اور آزادی کے حصول کیلئے مزید بے شمار جوانیاں قربان کرنا پڑتیں۔ ان حالات کے بدلے تیور اور آزادی وطن کو پامال کرنے کیلئے سیلاب کی طرح بڑھتے انقلاب کو جھنگ کے مرد آہن نے ایسا روکا اور اس کا رخ موڑا کہ پوری

آل خمینیت سوچتی رہ گئی۔

غیر ملکی انقلاب جو وطن کو غلام بنانا چاہتا ہے

محترم حضرات! یہ وہ خطرناک حالات تھے جب کہ قومی آزادی پامال ہونے کو تھی۔ غلامی کی زنجیریں آزاد قوم کے گلے میں ڈالے جانے کی مکمل تیاریاں ہو چکی تھیں۔ اور بے حسی کا عالم یہ تھا کہ آقا و غلام یعنی قوم اور قومی راہنما ہاتھ پر ہاتھ دھرے اگلے لمحوں کا بس انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیے اگلے لمحے کیا ہوتا ہے؟ اور آئندہ کل کن حالات سے ہمیں گزرنا ہے۔ دراصل ہماری قوم اور قومی راہنما یا تو دوسروں کے دماغ و سوچ کے سہارے قدم اٹھاتے ہیں اور یا پھر وہ اوروں کی غلامی کرنے کے عادی ہیں۔ وطن عزیز کی طرف منہ کھولے آنے والے اس انقلاب کے موقع پر بھی ہمارے قومی راہنماؤں نے نہ صرف سرد مہری سے کام لیا بلکہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس انقلاب کے ملک میں برآمد کرنے میں مدد دی بلکہ انقلابیوں کیلئے آنے والے ہر راستہ کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ وہ جس راستہ سے آنا چاہیں انہیں اس راستہ پر آتے ہوئے کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے ہمارے قومی راہنماؤں کا رویہ اس انقلاب کے بارے میں کیا رہا؟ اور ہماری سوچ و فکر کا بلند معیار آسمان کی کس بلندی کو چھو رہا ہے؟ ذرا مختصر سا جائزہ لینے کیلئے ان حقائق کو ملاحظہ فرمائیے:

ایران کے بھارت سے تعلقات اور گہرے رابطے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں، ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات محض سفارتی حد تک ہی نہیں بلکہ تجارتی، دفاعی اور حکومتی تعلقات سے بڑھ کر عوامی سطح تک ایران و بھارت ایک دوسرے سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں۔ جناب نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:-

پاکستان کو سبق سکھانے کے اپنے منصوبے کے تحت ایران نے خطے میں اپنے مفادات کا دائرہ کار وسیع کرنے کیلئے بھارت سے اپنے تعلقات مزید بڑھانے شروع کر دیے ہیں۔ ایران بھارت کے ساتھ نہ صرف سرکاری سطح پر اپنے تعلقات بڑھا رہا ہے بلکہ عوامی سطح پر بھی اپنے روابط مضبوط کر رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق

آل خمینیت سوچتی رہ گئی۔

غیر ملکی انقلاب جو وطن کو غلام بنانا چاہتا ہے

محترم حضرات! یہ وہ خطرناک حالات تھے جب کہ قومی آزادی پامال ہونے کو تھی۔ غلامی کی زنجیریں آزاد قوم کے گلے میں ڈالے جانے کی مکمل تیاریاں ہو چکی تھیں۔ اور بے حسی کا عالم یہ تھا کہ آقا و غلام یعنی قوم اور قومی راہنما ہاتھ پر ہاتھ دھرے اگلے لمحوں کا بس انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیے اگلے لمحے کیا ہوتا ہے؟ اور آئندہ کل کن حالات سے ہمیں گزرنا ہے۔ دراصل ہماری قوم اور قومی راہنما یا تو دوسروں کے دماغ و سوچ کے سہارے قدم اٹھاتے ہیں اور یا پھر وہ اوروں کی غلامی کرنے کے عادی ہیں۔ وطن عزیز کی طرف منہ کھولے آنے والے اس انقلاب کے موقع پر بھی ہمارے قومی راہنماؤں نے نہ صرف سرد مہری سے کام لیا بلکہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس انقلاب کے ملک میں برآمد کرنے میں مدد دی بلکہ انقلابیوں کیلئے آنے والے ہر راستہ کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ وہ جس راستہ سے آنا چاہیں انہیں اس راستہ پر آتے ہوئے کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے ہمارے قومی راہنماؤں کا رویہ اس انقلاب کے بارے میں کیا رہا؟ اور ہماری سوچ و فکر کا بلند معیار آسمان کی کس بلندی کو چھو رہا ہے؟ ذرا مختصر سا جائزہ لینے کیلئے ان حقائق کو ملاحظہ فرمائیے:

ایران کے بھارت سے تعلقات اور گہرے رابطے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں، ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات محض سفارتی حد تک ہی نہیں بلکہ تجارتی، دفاعی اور حکومتی تعلقات سے بڑھ کر عوامی سطح تک ایران و بھارت ایک دوسرے سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں۔ جناب نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:-

پاکستان کو سبق سکھانے کے اپنے منصوبے کے تحت ایران نے خطے میں اپنے مفادات کا دائرہ کار وسیع کرنے کیلئے بھارت سے اپنے تعلقات مزید بڑھانے شروع کر دیے ہیں۔ ایران بھارت کے ساتھ نہ صرف سرکاری سطح پر اپنے تعلقات بڑھا رہا ہے بلکہ عوامی سطح پر بھی اپنے روابط مضبوط کر رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق

آل خمینیت سوچتی رہ گئی۔

غیر ملکی انقلاب جو وطن کو غلام بنانا چاہتا ہے

محترم حضرات! یہ وہ خطرناک حالات تھے جب کہ قومی آزادی پامال ہونے کو تھی۔ غلامی کی زنجیریں آزاد قوم کے گلے میں ڈالے جانے کی مکمل تیاریاں ہو چکی تھیں۔ اور بے حسی کا عالم یہ تھا کہ آقا و غلام یعنی قوم اور قومی راہنما ہاتھ پر ہاتھ دھرے اگلے لمحوں کا بس انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیے اگلے لمحے کیا ہوتا ہے؟ اور آئندہ کل کن حالات سے ہمیں گزرنا ہے۔ دراصل ہماری قوم اور قومی راہنما یا تو دوسروں کے دماغ و سوچ کے سہارے قدم اٹھاتے ہیں اور یا پھر وہ اوروں کی غلامی کرنے کے عادی ہیں۔ وطن عزیز کی طرف منہ کھولے آنے والے اس انقلاب کے موقع پر بھی ہمارے قومی راہنماؤں نے نہ صرف سرد مہری سے کام لیا بلکہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس انقلاب کے ملک میں برآمد کرنے میں مدد دی بلکہ انقلابیوں کیلئے آنے والے ہر راستہ کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ وہ جس راستہ سے آنا چاہیں انہیں اس راستہ پر آتے ہوئے کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے ہمارے قومی راہنماؤں کا رویہ اس انقلاب کے بارے میں کیا رہا؟ اور ہماری سوچ و فکر کا بلند معیار آسمان کی کس بلندی کو چھو رہا ہے؟ ذرا مختصر سا جائزہ لینے کیلئے ان حقائق کو ملاحظہ فرمائیے:

ایران کے بھارت سے تعلقات اور گہرے رابطے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں، ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات محض سفارتی حد تک ہی نہیں بلکہ تجارتی، دفاعی اور حکومتی تعلقات سے بڑھ کر عوامی سطح تک ایران و بھارت ایک دوسرے سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں۔ جناب نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:-

پاکستان کو سبق سکھانے کے اپنے منصوبے کے تحت ایران نے خطے میں اپنے مفادات کا دائرہ کار وسیع کرنے کیلئے بھارت سے اپنے تعلقات مزید بڑھانے شروع کر دیے ہیں۔ ایران بھارت کے ساتھ نہ صرف سرکاری سطح پر اپنے تعلقات بڑھا رہا ہے بلکہ عوامی سطح پر بھی اپنے روابط مضبوط کر رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق

آل خمینیت سوچتی رہ گئی۔

غیر ملکی انقلاب جو وطن کو غلام بنانا چاہتا ہے

محترم حضرات! یہ وہ خطرناک حالات تھے جب کہ قومی آزادی پامال ہونے کو تھی۔ غلامی کی زنجیریں آزاد قوم کے گلے میں ڈالے جانے کی مکمل تیاریاں ہو چکی تھیں۔ اور بے حسی کا عالم یہ تھا کہ آقا و غلام یعنی قوم اور قومی راہنما ہاتھ پر ہاتھ دھرے اگلے لمحوں کا بس انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیے اگلے لمحے کیا ہوتا ہے؟ اور آئندہ کل کن حالات سے ہمیں گزرنا ہے۔ دراصل ہماری قوم اور قومی راہنما یا تو دوسروں کے دماغ و سوچ کے سہارے قدم اٹھاتے ہیں اور یا پھر وہ اوروں کی غلامی کرنے کے عادی ہیں۔ وطن عزیز کی طرف منہ کھولے آنے والے اس انقلاب کے موقع پر بھی ہمارے قومی راہنماؤں نے نہ صرف سرد مہری سے کام لیا بلکہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس انقلاب کے ملک میں برآمد کرنے میں مدد دی بلکہ انقلابیوں کیلئے آنے والے ہر راستہ کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ وہ جس راستہ سے آنا چاہیں انہیں اس راستہ پر آتے ہوئے کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے ہمارے قومی راہنماؤں کا رویہ اس انقلاب کے بارے میں کیا رہا؟ اور ہماری سوچ و فکر کا بلند معیار آسمان کی کس بلندی کو چھو رہا ہے؟ ذرا مختصر سا جائزہ لینے کیلئے ان حقائق کو ملاحظہ فرمائیے:

ایران کے بھارت سے تعلقات اور گہرے رابطے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں، ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات محض سفارتی حد تک ہی نہیں بلکہ تجارتی، دفاعی اور حکومتی تعلقات سے بڑھ کر عوامی سطح تک ایران و بھارت ایک دوسرے سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں۔ جناب نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:-

پاکستان کو سبق سکھانے کے اپنے منصوبے کے تحت ایران نے خطے میں اپنے مفادات کا دائرہ کار وسیع کرنے کیلئے بھارت سے اپنے تعلقات مزید بڑھانے شروع کر دیے ہیں۔ ایران بھارت کے ساتھ نہ صرف سرکاری سطح پر اپنے تعلقات بڑھا رہا ہے بلکہ عوامی سطح پر بھی اپنے روابط مضبوط کر رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق

آل خمینیت سوچتی رہ گئی۔

غیر ملکی انقلاب جو وطن کو غلام بنانا چاہتا ہے

محترم حضرات! یہ وہ خطرناک حالات تھے جب کہ قومی آزادی پامال ہونے کو تھی۔ غلامی کی زنجیریں آزاد قوم کے گلے میں ڈالے جانے کی مکمل تیاریاں ہو چکی تھیں۔ اور بے حسی کا عالم یہ تھا کہ آقا و غلام یعنی قوم اور قومی راہنما ہاتھ پر ہاتھ دھرے اگلے لمحوں کا بس انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیے اگلے لمحے کیا ہوتا ہے؟ اور آئندہ کل کن حالات سے ہمیں گزرنا ہے۔ دراصل ہماری قوم اور قومی راہنما یا تو دوسروں کے دماغ و سوچ کے سہارے قدم اٹھاتے ہیں اور یا پھر وہ اوروں کی غلامی کرنے کے عادی ہیں۔ وطن عزیز کی طرف منہ کھولے آنے والے اس انقلاب کے موقع پر بھی ہمارے قومی راہنماؤں نے نہ صرف سرد مہری سے کام لیا بلکہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس انقلاب کے ملک میں برآمد کرنے میں مدد دی بلکہ انقلابیوں کیلئے آنے والے ہر راستہ کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ وہ جس راستہ سے آنا چاہیں انہیں اس راستہ پر آتے ہوئے کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے ہمارے قومی راہنماؤں کا رویہ اس انقلاب کے بارے میں کیا رہا؟ اور ہماری سوچ و فکر کا بلند معیار آسمان کی کس بلندی کو چھو رہا ہے؟ ذرا مختصر سا جائزہ لینے کیلئے ان حقائق کو ملاحظہ فرمائیے:

ایران کے بھارت سے تعلقات اور گہرے رابطے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں، ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات محض سفارتی حد تک ہی نہیں بلکہ تجارتی، دفاعی اور حکومتی تعلقات سے بڑھ کر عوامی سطح تک ایران و بھارت ایک دوسرے سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں۔ جناب نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:-

پاکستان کو سبق سکھانے کے اپنے منصوبے کے تحت ایران نے خطے میں اپنے مفادات کا دائرہ کار وسیع کرنے کیلئے بھارت سے اپنے تعلقات مزید بڑھانے شروع کر دیے ہیں۔ ایران بھارت کے ساتھ نہ صرف سرکاری سطح پر اپنے تعلقات بڑھا رہا ہے بلکہ عوامی سطح پر بھی اپنے روابط مضبوط کر رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق

آل خمینیت سوچتی رہ گئی۔

غیر ملکی انقلاب جو وطن کو غلام بنانا چاہتا ہے

محترم حضرات! یہ وہ خطرناک حالات تھے جب کہ قومی آزادی پامال ہونے کو تھی۔ غلامی کی زنجیریں آزاد قوم کے گلے میں ڈالے جانے کی مکمل تیاریاں ہو چکی تھیں۔ اور بے حسی کا عالم یہ تھا کہ آقا و غلام یعنی قوم اور قومی راہنما ہاتھ پر ہاتھ دھرے اگلے لمحوں کا بس انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیے اگلے لمحے کیا ہوتا ہے؟ اور آئندہ کل کن حالات سے ہمیں گزرنا ہے۔ دراصل ہماری قوم اور قومی راہنما یا تو دوسروں کے دماغ و سوچ کے سہارے قدم اٹھاتے ہیں اور یا پھر وہ اوروں کی غلامی کرنے کے عادی ہیں۔ وطن عزیز کی طرف منہ کھولے آنے والے اس انقلاب کے موقع پر بھی ہمارے قومی راہنماؤں نے نہ صرف سرد مہری سے کام لیا بلکہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس انقلاب کے ملک میں برآمد کرنے میں مدد دی بلکہ انقلابیوں کیلئے آنے والے ہر راستہ کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ وہ جس راستہ سے آنا چاہیں انہیں اس راستہ پر آتے ہوئے کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے ہمارے قومی راہنماؤں کا رویہ اس انقلاب کے بارے میں کیا رہا؟ اور ہماری سوچ و فکر کا بلند معیار آسمان کی کس بلندی کو چھو رہا ہے؟ ذرا مختصر سا جائزہ لینے کیلئے ان حقائق کو ملاحظہ فرمائیے:

ایران کے بھارت سے تعلقات اور گہرے رابطے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں، ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات محض سفارتی حد تک ہی نہیں بلکہ تجارتی، دفاعی اور حکومتی تعلقات سے بڑھ کر عوامی سطح تک ایران و بھارت ایک دوسرے سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں۔ جناب نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:-

پاکستان کو سبق سکھانے کے اپنے منصوبے کے تحت ایران نے خطے میں اپنے مفادات کا دائرہ کار وسیع کرنے کیلئے بھارت سے اپنے تعلقات مزید بڑھانے شروع کر دیے ہیں۔ ایران بھارت کے ساتھ نہ صرف سرکاری سطح پر اپنے تعلقات بڑھا رہا ہے بلکہ عوامی سطح پر بھی اپنے روابط مضبوط کر رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق

آہیں نکلیں جو شعلہ بار بن کر ردائے تقیہ کو جلا کر راکھ کرتی چلی گئیں۔ اس نے چلا چلا کر قوم کو بیدار کیا۔ چیخ چیخ کر لٹتی متاع عزیز بچانے کی دعوت دی۔ جہاں تک اس انقلاب کی نظریاتی صورت حال ہے وہ اس ظلم و جبر سے کہیں زیادہ خطرناک اور بدتر نظر آئی۔ چنانچہ صحافی جناب اختر کاشمیری صاحب نے ایران کا دورہ کرنے کے بعد جو صورت حال بیان کی وہ ان کی کتاب ”آتش کدہ ایران“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ تہران میں ایت اللہ شیرازی کی قیام گاہ پر علماء کی ایک تقریب کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایت اللہ شیرازی کی تقریر کے دوران مولانا نثار احمد نے ہال کی دیوار پر لگے ہوئے ایک نمائشی قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اسے پڑھیے۔ میں نے پوچھا کیا کوئی خاص بات ہے؟ کہنے لگے نیچے سے اوپر ساتویں سطر پڑھ لیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے جو اس سطر کو تلاش کر کے پڑھا تو اتحاد اسلامی کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ ایک دعائیہ عبارت تھی جس میں حضرت ابوسفیانؓ، حضرت معاویہؓ اور دوسرے اصحاب کبار پر لعنت کا ورد کیا گیا ہے۔ اب جو میں نے غور کیا تو میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کیونکہ اوپر سے ٹھیک ساتویں سطر میں یہی بدعا خلیفہ اول و دوم کے بارے میں بھی موجود تھی۔ ہمیں یہ جان کر سخت رنج ہوا کہ ایت اللہ خمینی کے ایک دست راست نے ۴۰ ملکوں کے علماء کے سامنے اس قالین کی نمائش کیوں کی۔ (آتش کدہ ایران ص ۳۵)

اھالیان جھنگ اور ان کا عہد وفا

چنانچہ اول تو مجدد العصر حضرت امیر عزیمتؒ نے اپنے ستم رسیدہ مفلوک الحال اور پسماندہ ضلع کی ایک چھوٹی سی مسجد سے صدائے حق بلند کی جب باسیان جھنگ نے کان دھرے تو ان وفاداروں نے اپنے پاک وطن سے وفا کا عزم کر لیا۔ وطن عزیز کی جغرافیائی معلومات رکھنے والے حضرات بخوبی واقف ہیں کہ یہ ضلع اپنی سادگی، پسماندگی، سچائی اور محبت کی امتیازی شان سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ ضلع پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل کا ضلع

ہے۔ فیصل آباد، چنیوٹ اور ٹوبہ اسی ضلع کی تحصیلیں ہوا کرتی تھیں۔ اس ضلع کی سادگی اور پس ماندگی کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے کہ کل کی تحصیلیں آج ڈویژن ہیں جب کہ یہ ضلع آج بھی وڈیرہ شاہی کے رحم و کرم پر ہے۔ جو اس سونا نمائی کو غلامی کے لوہے سے مار مار کر کوئلہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ وہی جھنگ ہے، محبت کے نام پر قصہ گو لوگ جس کو شہر محبت کے نام سے جانتے ہیں۔ حقیقت شناس لوگ حجاز سے مشابہت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سادگی، حقیقت پسندی اور تصنع بازی سے کوسوں دور باسیان جھنگ بہت ساری صفات میں اہل حجاز سے مناسبت رکھتے ہیں۔ مہمان نوازی، سچائی، غیرت مندی، جرأت و حمیت جیسی بہت ساری خوبصورت صفات کے علاوہ یہ وصف ان ہر دو مقامات کے باسیوں میں خصوصی امتیاز رکھتا ہے کہ حق کا ساتھ دیتے اور محبت کا پاس نبھاتے ہوئے یہ مٹی جان قربان کرنے کو بے وفائی و بے مروتی پر ترجیح دیتی ہے۔ جاننے والے بے خبر نہیں کہ لکیاں نبھانے میں اگر حجاز کے غرباء نے مثالیں رقم کیں اور نام کمایا ہے کہ خاندان یاسر ہو یا صدیق و فاروق، عثمان و حیدر جان سے گزر جانے پر تو یہ حضرات ہر وقت تیار تھے مگر محبوب ﷺ سے جڑے رشتہ محبت کو قربان کرنے کا تصور بھی نہ کر پاتے تھے۔ اگر وطن کے اس ضلع پر نگاہ صافی ڈالی جائے تو غلامانِ آقائے دو جہاں سے لکیاں نبھاتے ہوئے کوئی میانوالی کی جیل میں غازی علم الدین والے جرم و جگہ پر جھول گیا تو کوئی باب عمر کی وفا شعار تاریخ رقم کر گئے۔ کسی نے مسئلہ ختم نبوت پر چناب کے کنارے جہاں آباد کیا تو کوئی چناب و جہلم کے سنگم سے اٹھا اور لکیاں نبھاتا ہوا ظلم و ستم کے کئی دریا عبور کرتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ وہ عہد وفا نبھاتے نبھاتے سمندر کے اس پار جانکلا جہاں اس کے محبوب پھولوں کا ہار لئے اپنے فرزند کے گلے میں ڈالنے کیلئے دیر سے انتظار میں کھڑے تھے۔ وہ شہید راہ و فاجب وطن عزیز کو محبوبوں کے پیار سے بھر کر سوئی قوم کو بیدار کرتے ہوئے جہان فانی سے دارالبقاء پہنچا تھا تو دیکھنے والوں نے اس وقت دیکھا تھا جب ان کی ارواح پرواز پر تھیں کہ کائنات بھر کے مومنوں کی اماں اس محسن ملت کے گلے میں ہار ڈال کر استقبال فرما رہی تھیں۔ چنانچہ جھنگ اپنی عزیمت، سادگی اور پسماندگی کے باوجود آزادی وطن بچانے کیلئے

میدان عمل میں کود پڑا۔

اہل وفائے جب مجسمہ وفا کو پایا

اہالیان جھنگ ایک محب الوطن، مخلص، باحمیت اور غیرت مند شخصیت سے آشنا ہوئے تھے۔ انہوں نے قال و حال اور گفتار و کردار کا بخوبی مشاہدہ کر لیا تھا وہ ان کے درد دل سے نکلتی آہوں اور وطن دشمنوں کی کارستانیوں پر تلملاہٹ کو بخوبی جان چکے تھے۔ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ جس شخص نے اپنے وطن کے نظریہ اور جغرافیہ کی حفاظت میں گھریار لٹا ڈالا ہے وہ اخلاص کا کوہ گراں بلا شبہ ملک و ملت کا عظیم محسن ہے۔ لہذا انہوں نے اپنے محبوب و محسن کا ساتھ نبھانے والا عہد خوب نبھایا۔ اس ضلع کے خمیر میں محبوب پر جان فدا کرنا اور قربان ہو جانا خاص طور پر شامل ہے۔ لہذا وطن کی محبت سے سرشار ایک محب الوطن اٹھا، اس نے صدا لگائی تو فرزند ان ملت شہد کی مکھیوں کی طرح اپنے محبوب کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت امیر عزیمت نے جب راہنمایان وطن کو صدا دی

مخلصوں اور وفا شعاروں کی اس مختصر جماعت نے آزادیء وطن کو بچانے کا عزم کیا۔ بے شک یہاں کے باسی مال و زر سے تہی دست تھے مگر وطن کی محبت سے ان کے دل لبریز اور خاک وطن پر قربان ہونے کے پاکیزہ جذبات سے معمور تھے۔ آزادی وطن پر حرف گیری انہیں برداشت نہ ہو سکی اور ہوتی بھی کیسے؟ یہ مخلص اور آزاد منش بندگانِ خدا آزادی کی نعمت سے واقف ہو چکے تھے کہ ان کا واسطہ ایک ایسی ہستی سے ہو گیا تھا بقول شاعر جن کی حالت یہ تھی کہ:

دنیا میں دو ہی ٹھکانے ہیں آزاد منش انسانوں کے

یا تخت جگہ آزادی کی یا تختہ مشق آزادی کا

پس ان حق شناسوں نے صدائے حق پر لبیک کہتے ہوئے آزادی وطن کی حفاظت

اور غیر ملکی انقلاب کے سامنے سد سکندری بن جانے کا عزم کیا اور بے سروسامانی کے عالم میں

میدان عمل میں کود گئے۔ اول اول تو حضرت امیر عزیمتؒ نے ارباب اختیار کو متوجہ کیا مگر انہیں صلہ میں ہتھ کڑیاں اور جیلوں کی قید کا تحفہ ملا۔ تب انہیں احساس ہوا کہ شاید وطن عزیز پر اغیار کا قبضہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ اس خونی انقلاب کا راستہ روکنے کی بجائے آزادی وطن کے چوکیدار پر ہی کوڑے برسائے اور حکام بالا کو انتہائی منفی اور جھوٹ پر مبنی رپورٹیں بھیجنے لگ گئے ہیں۔ اس صورت حال سے انہیں بے حد تشویش لاحق ہوئی کہ جس آزادی کی حفاظت کرنے والے ہی انقلاب کے حامی اور آزادی کے دشمن بن گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس انقلاب کو روکنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس مشکل اور خطرناک صورت حال کے پیش نظر حضرت امیر عزیمتؒ نے مذہبی قائدین اور دینی جماعتوں کے راہنماؤں کی طرف توجہ کی اور انہیں آگاہ کرنے کیلئے اپنے ذرائع استعمال کئے۔ جب وہ اس وادی میں داخل ہوئے تو یہ منظر ان کیلئے اور دشوار اور پریشان کن تھا جب مذہبی راہنماء بھی چند ٹکڑوں کے بل بوتے پر انہی کی بولیاں بول رہے تھے۔

بلکہ حد تو یہ کہ کوئی خمینی کو اپنا باپ قرار دے رہا تھا تو کوئی خطبہ جمعہ میں کالا سیاہ جبہ فضا میں لہرا کر فخر یہ انداز سے کہہ رہا تھا کہ یہ جبہ مجھے خمینی نے دیا ہے۔ ادھر ”خمینی مودودی دو بھائی“ نامی کتاب کو دیکھ کر اور زیادہ حیران ہوئے کہ یہ میدان بھی انقلابیوں نے مارا ہوا ہے الغرض! سیاسی جماعتیں، دینی راہنماء، اداروں کے کل پرزے اور حکومتی مشینری کے سارے ادارے اس انقلاب کی راہ ہموار کرنے میں مصروف نظر آئے تو اس محب الوطن کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا۔ وطن عزیز کی آزادی دنوں میں ہاتھوں سے سرکتی نظر آئی۔ وہ ملکی اداروں، سیاسی راہنماؤں، مذہبی قائدین سمیت تمام مقتدر قوتوں کے نہاں خانہ سے واقفیت پا کر ان سے مایوس لوٹا تو ان کے سامنے ایک ہی راستہ باقی بچ گیا تھا اور وہ تھا عوامی عدالت میں آزادی وطن کیلئے استغاثہ دائر کرنا اور غیر ملکی خونی انقلاب کے سامنے سینہ سپر ہو جانے پر انہیں تیار کرنا۔

وطن کا چوکیدار عوام کی عدالت میں

پس وہ جھنگ کی اپنی مختصر مسجد سے کھڑا ہوا اور اصحاب بدر کی پاکیزہ نسبت سے ۳۱۳ نو جوانوں کر لیکر ایک جماعت کی بنیاد رکھی اور پھر میدان عمل میں کود پڑا۔ ان ۳۱۳ غلامان اصحاب بدر نے سروں پر کفن باندھ کر ایرانی انقلاب کو لوہے کی لگام چڑھانے تک چین سے نہ بیٹھنے کا عزم کیا۔ یہ ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کا بابرکت دن تھا جس دن ۳۱۳ غلامان اصحاب بدر کے اجتماع سے ایک جماعت کا وجود ترتیب دیا گیا۔ پھر یہ سالار قافلہ الہامی زبان سے قوم کی مردہ دلی کو حیات تازہ سے آباد کرتا ہوا جھنگ سے باہر نکلا۔ کیا گرمی کیا سردی؟ کیا دھوپ کیا ٹھنڈے جھکڑ؟ رات دن ایک کر کے وہ محسن ملت آگے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جوں ہی اس سالار قافلہ نے میدان میں قدم رکھا فضاء ایک دم بدلنا شروع ہو گئی۔ مختصر جماعت دیکھتے ہی دیکھتے کراچی سے خیبر تک چاروں صوبوں میں سورج کی کرنوں کی طرح پہنچ گئی۔ حتیٰ کہ دور دراز کی دیہاتی آبادیوں میں یہ صدا گونجنے لگی۔ وطن عزیز کے درو دیوار بھی جیسے امیر عزیمت کے دیوانے بن گئے ہوں۔ کہ صدائے حق میں انہوں نے بھی اپنا بھرپور حصہ ڈالنا شروع کر دیا ادھر انقلاب کی راہ روکنے کیلئے باسیان وطن اور ملت کے غیور عوام کا تلاطم خیز موجوں سے لبریز بحر بے کراں سیلاب کی طرح بڑھنے لگا۔

اک نظر ادھر بھی

چنانچہ انہوں نے اپنی الہامی زبان اور خصوصی عنایت ربانی و عطاء الہی سے قوم کو بیدار کرنے کا سلسلہ جھنگ سے شروع کیا پھر جذبہ حب الوطنی کا یہ مانوس سلسلہ شہر سے نکل کر دیہاتوں تک جا پہنچا۔ دیہاتوں سے چل کر قریب کے اضلاع اور شہروں تک اسی صدائے حق نے رسائی و پذیرائی کا تمغہ حاصل کیا۔ اضلاع سے بات آگے کی طرف چلتے چلتے دیگر صوبوں تک جا پہنچی۔ جس نے سنا اپنا بنا۔ صرف اپنا نہیں بلکہ آزادی وطن کا سفیر اور صدائے حق کا اسیر بن گیا۔ ہادی عالم رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں سے جو پاک نسبت اس پاک جماعت کو ملی اس کا

اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صدائے حق کے بلند کرنے والے سولی پہ چڑھائے گئے، دار پر جھولائے گئے، ان کے جسموں میں میخیں گاڑ دی گئیں مگر بالآخر ظالموں کو جواب یہی ملا کہ جس صدائے حق نے کانوں سے گزر کر جو جگہ دل میں بنالی ہے۔ اب دل کی دنیا میں اس محبوب مشن اور صدائے حق کا راج ہی رہے گا اور بس۔ امیر عزیمت کی عزیمت پر قائم جواں ہمت لوگوں کی جماعت انقلابیوں کا گھمنڈ پاؤں تلے مسلتے آگے کی طرف بڑھی اور پھر مسلسل بڑھتی ہی چلی گئی۔ ایک طرف تو یہ سیل رواں تھا تو دوسری طرف انقلاب کے وطن عزیز پر چھائے ہوئے کارندے لٹھ لے کر تعاقب کرنے لگے۔ میڈیا، ذرائع ابلاغ، زر خرید علمائے سوء، عاقبت نا اندیش قومی راہنما، اور لکیر کے فقیر حکام بیک زبان: پکڑ لو! مار دو! دبا دو! فنا کر دو! مٹا دو! ہٹا دو! اور دہشت گرد، تخریب کار جیسے نفرت آمیز بیانات کے ساتھ فضاء کو مکدر کرنے لگے۔

ایک طرف قوم اور ان کا محسن آزادی وطن پر پیہرہ دینے میدان میں نکلا ہوا تھا وہ صدائے حق سے، سوئی قوم کو، بیدار کر رہا تھا تو دوسری طرف دانستہ و نادانستہ طور پر وڈیرا شاہی کے کل پرزے منفی پراپیگنڈا سے طوفان بدتمیزی برپا کئے ہوئے تھے۔

سینکڑوں مقدمات، ۱۱۶ ایم پی او سے لے کر ۳۰۲ تک کے کئی کیس بنائے گئے۔ بیسیوں مرتبہ پس دیوار زنداں ڈال کر ظلم کے پہاڑ گرائے گئے، لیہ کی سرزمین اب بھی گواہ ہے کہ جہاں باوردیوں نے کر بلا بپا کی اور تھل میں نہتے محبت الوطنوں کو گرم ریت پر حب الوطنی کی سزا دی گئی کچھ قتل کیے گئے تو کئی زخمی ہوئے اور وہ کتنے ہی ہیں جن کو زنجیروں سے جکڑ کر جیلوں میں ڈال دیا گیا۔ الغرض چن چن کر مجبان وطن کو آزادی وطن کی پہریداری کرنے پر سزائیں دیں اور ان کا جینا محال کر دیا، مگر

”حق کا پیغام کسی کے روکے کب رکا ہے خواب رکے گا“

انقلاب ایران کو آزادی وطن پر شب خون مارنے سے روکنے کی یہ تحریک تھی جو بفضلہ تعالیٰ چلی اور چلتی گئی۔ منظر یہ تھا کہ:

”یہ قدم قدم قیامت یہ سواد کوئے جاناں“

اس لازوال تاریخ میں کیا قربان ہوا؟

حوصلوں کی اس جنگ میں کتنی جوانیاں جیلوں میں بوڑھی ہو گئیں۔ کتنی ماؤں کے ”لال گوہر“ اب دار ہو کر ماؤں کی دنیا تاریک کر گئے، کتنے سفید ریش بزرگ و عمر رسیدہ حضرات کی بوڑھی ہڈیاں بموں اور گولیوں سے جوان ہوئیں، کتنے معصوم بچے قبر کے پاتال میں جا کر شاگردی خلیل اللہ کے مرتبہ پر فائز ہوئے، کتنے علم و عرفان کے چراغ گل ہوئے، کتنے زہد و تقویٰ کے جہاں احدا اس انقلاب کو روکتے ہوئے جام محبت لبوں سے لگا گئے، کتنے شب زندہ دار اپنوں کی ستم ظریفی کا شکار ہوئے۔ تفصیل کا طالب یہ باب ایسا نہیں جو چند اوراق میں سمیٹا جاسکے۔ اعداد و شمار، آزادی وطن کی حفاظت میں مسلسل متحرک جماعت کی قربانیوں کا شمار کرنے سے قاصر ہیں۔ عمران ساغر جیسا نو عمر جوان اپنی انتہائی قیمتی حیات پس دیوار زنداں قربان کر آیا۔ آل رسول کا چشم و چراغ خاندان نبوت کا آفتاب و مہتاب حیدری شجاعت و علمیت کا حامل سید غلام رسول شاہ بخاری کڑیل جوان تھا جو اب زندان سے بالوں کی سفیدی پا کر لوٹا۔ اس وادی میں ایک دو نہیں بے شمار ہیں جو ایرانی انقلاب کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوئے اور لٹھ لے کر ہماری آزادی چھیننے والے انقلابیوں کے تعاقب میں نکلے یہ ایک طویل سلسلہ وار اور تاریخی تسلسل ہے جو آنے والوں کیلئے تاریخ کا حصہ بنے گا۔ بعد کی قومیں جب قومی راہنماؤں کا کردار اور امیر عزیمت کی حب الوطنی کا یہ عبرت ناک باب پڑھیں گے تو انہیں میر جعفر وں اور میر صادقوں کے چہرے پہچاننے میں ذرا دشواری نہ ہوگی۔ ہمیں اس وقت صرف یہ بتانا ہے کہ ملت کا محسن قدم قدم پر اپنے جسم و جاں کی اور اپنے رفقاء کی قربانی دیتا ہوا ایک طرف اگر تاریخ اسلام کے دور اولین کی یاد تازہ کرتا گیا تو دوسری طرف ستم گروں اور ظلم کی چکیاں چلانے والوں کیلئے بددعا کرنے کی بجائے طائف سے لوٹ کر کھلے میدان میں کھڑے اپنے محبوب ﷺ کی اس سنت کو بھی زندہ کرتا گیا جو انہوں نے اپنے دشمنوں کے بارے میں دعا کر کے طریقہ چھوڑا تھا۔

بے سروسامانی میں ہر سامان رکھنے والے کا مقابلہ

بلاشبہ وہ مال و زر کا مالک نہ تھا۔ وہ ظاہری زرق برق اور نمود و نمائش سے کوسوں دور تھا مگر اخلاص کی بے مثال دولت اور عزم کا کوہ گراں تھا۔ جسے مصائب و حوادث کے تند و تیز جکھڑ بھی نہ ہلا سکے۔ وہ گویا جھلیوں سے لال نکلا اور ظلم کی چکیوں میں اکیلا پستا ہوا سیلاب ظلم کو موڑنے اور جبر کا منہ توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ ایک بے غبار حقیقت ہے کہ ایک خطرناک چال کو سمجھ کر، ناکام بنانے کیلئے امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ تنہا نکلے اور اکیلے سوئے منزل روانہ ہوئے تھے۔ قومی راہنماء، لیڈر، وزیر، مشیر اور قومی دولت کے سہارے راحتوں کے مزے لوٹنے والے، اس محبت الوطن کو جرم و فائے وطن کی سزا دے رہے تھے وہ نہ تو ان کی اس آزادی وطن کے تحفظ کی تحریک و تدبیر میں ساتھ دیتے تھے اور نہ ہی اس محنت کو اچھا سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کے کلیجہ سے نکلنے والے درد بھرے الفاظ اور ہنڈیا کی طرح ابلتے ہوئے سینہ سے نکلنے والی بھاپ کو وہ شدت پسندی اور سخت روی کا نام دیتے تھے۔ ہر طرح کی تعزیرات و سزائیں ان کے مختصر وجود پر آزمائی گئیں۔ صرف یہی نہیں کہ ان کا راستہ روکنے کی بھرپور کوششیں ہوئیں بلکہ مقدمات قائم کرنے کے علاوہ ان پر وہ تشدد کیا گیا جو کسی پر بھی نہ کیا گیا ہوگا۔ صرف تھانوں تک ہی ظلم و جبر کا یہ سلسلہ روا نہیں رکھا گیا بلکہ حسن بن صباح کے حشیشین کی طرح وطن عزیز کی آزادی ہڑپ کرنے پر تلے ہوئے ایسے ظالم جیل میں بھی ان پر ظلم کرنے سے باز نہ آئے۔ صرف ان پر ہی نہیں بلکہ ان کے رفقاء اور ساتھیوں پر ان کی موجودگی میں تشدد کیا جاتا۔ انہیں مادرزاد رنگا کر کے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا مگر اس نے ہر ظلم سہہ کر بھی وطن کی آزادی بچائی اور غیر ملکی انقلاب کو بے نام کر کے رکھ دیا۔

اور پھر انقلابی ناکام ہو گئے

بھلا بتائیے تو! جو طبقہ ۱۹۸۴ء تک وطن عزیز کے ہر ادارے پر حاوی ہو چکا تھا اور چند دنوں میں اپنی کامیابی کا اعلان کرنے کو ہی تھا۔ آخر وہ امیر عزیمتؒ کی چند سالہ محنت کے بعد

بے نام و بے قیمت کیوں ہو گیا؟ آخر انہیں اپنی پالیسیاں بدل لینے پر کس نے مجبور کیا؟ وہ کھوٹے سکے بن کر کیوں رہ گئے؟ ان کو ریورس گیر کس نے لگایا؟ کوئی ناقد را انکار کرے اور اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے ناشکری کا لباس پہنے رکھے تو اس کی مرضی! ورنہ حق یہی ہے کہ چراغ کی طرح خود پگھل کر اس مرد آہن نے اپنی قوم کو روشنی سے منور کیا۔ ظلم و ستم سہنے میں وہ اکیلا تھا۔ مگر آزادی وطن کا میٹھا پھل سارے بایان وطن کو تقسیم کرتا ہوا وہ وطن کا متوالا وطن پر خون جگر نچھاور کر گیا۔ وہ مرد آہن اپنے وطن کی آزادی کو بچانے کیلئے کن کن مصائب سے گزرا؟ اپنے پرائے اس سے واقف نہیں؟ بھلا کون جانتا ہے کہ میانوالی کے زندان میں اس محسن ملت پر کیا کیا جبر آزمائے گئے تھے؟ آدھ آدھ کلو سرخ مرچیں پانی میں گھول کر جس کے منہ میں انڈیل دی جائیں۔ مادرزاد ننگا کر کے گھنٹوں فرعونیت کے تمام حربے آزمائے جاتے تھے۔ وہ کون سے ظلم کی صنف و شکل ہے جو اس پر نہ آزمائی گئی ہو؟

وہ جو بانٹ گیا سوغات آزادی کی

جی ہاں! وہ اپنے وطن کی آزادی کے تحفظ کیلئے اور قومی نظریہ کی پاسبانی کرنے پر اپنا سب کچھ وار گیا۔ وہ اکیلا تھا اور اکیلا ہی سارے دکھ اٹھاتا اور غموں کو سمیٹتا گیا۔ مگر آزادی وطن کے گراں قدر تحفہ میں اس نے اپنے لئے کچھ بھی نہ رکھا۔ سب کچھ اپنی ساری ملت اور پاکستان کے ہر باسی کو دے گیا۔ بے خوف و تردد کہا جاسکتا ہے کہ وطن کی آزادی پر جو ڈاکہ زنی ہو رہی تھی اکیلے حق نواز شہید نے اس ڈاکہ زنی کو ناکام بنا دیا۔ نہ صرف اس کا غرور توڑا بلکہ وہ کلاسیاں ہی توڑ ڈالیں جو پاک وطن کی آزادی پر غلامی کی زنجیریں ڈال دینے کی مکمل منصوبہ بندی کر چکے تھے۔ اگر پوری قوم اسی ایک احسان کو سمجھ لے اور اس قومی خدمت کا ادراک کر لے تو بھی زندگی بھر اس محسن کا شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں، کیونکہ اس نے وطن کی نظریاتی سرحدوں پر پہرے بٹھائے اور عقائد و نظریات کی حفاظت کرنے کا حق ادا کیا۔ قوم کے عقیدہ و عمل کو ہرایلو اسے بچانے کیلئے دن رات کا ہر لمحہ قربان کیا بھلا ایسے محسن کو فراموش کرنا کسی بھی عقل مند انسان کے نزدیک درست ہو سکتا ہے؟

عجیب امر یہ ہے کہ وہ محسن اور ملت کا سرمایہ خود ان لوگوں کے ہاتھوں تلیل ہوتا رہا جن کے ملک و منصب کو وہ بچار ہاتھا۔ یعنی نادان دشمن جس وجود نازک پر ظلم کی چکیاں چلا رہا تھا وہ اس کا اتنا بڑا محسن تھا کہ عالم اسباب میں اس سے بڑا محسن اس کے لئے کوئی نہیں ہو سکتا۔ ارباب دانش اس نکتہ پر سنجیدگی سے غور فرمائیں! خدا نخواستہ اگر مجدد العصر کی یہ زوردار تحریک نہ ہوتی اور، اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے، کہیں یہ ملک اغیار کی نظر ہو جاتا تو بتائیے ان کی افسری اور ملازمت اور یہ ٹیپ ٹاپ رہتی؟

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا عزة اهلها ذلة

مگر اس مرد آہن کے عدیم المثال ظرف اور بے مثال صبر کا اندازہ لگائیے جو طائف کے ظالموں سے زخم کھا کر میدان میں کھڑے دہشت و عداوت فرماتے یہ فرما رہے تھے اللہم اهد قومی فانہم لا یعلمون "اے اللہ! ان (طائف والوں کو) ہلاک نہ فرما بلکہ ہدایت عطا فرما دے کیونکہ میری یہ قوم میرے مرتبہ کو نہیں پہچانتی" اس رسول ﷺ کی محبت کا یہ کیسا خوبصورت پرتو تھا جو اپنے دشمنوں کے منصب ان کا ملک، وطن اور آزادی کو بچانے کی خاطر ان کے ہاتھوں ظلم سہہ رہا تھا۔

ایک وہم کا ازالہ

ممکن ہے ہمارے کچھ کرم فرما ایسے بھی ہوں جو ہماری اس گزارش پر شک و شبہ کی نگاہ ڈالیں کہ کہاں ایرانی انقلاب اور کہاں پاکستان میں اس کا برآمد کیا جانا!!!

پھر حضرت امیر عزیمتؒ نے کون سا انقلاب روک لیا، جبکہ اس کا برآمد کیا جانا ہی محال تھا۔ ایسے کرم فرماؤں کی خدمت میں ہم عرض گزار ہیں کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا علاج ابھی تک دریافت ہی نہیں ہو سکا، جو ایسے کسی شخص کو کوئی حقیقت منوائی جاسکے۔ البتہ اگر انصاف کی کوئی رتی بھر دامن میں موجود ہو تو وہ ذرا "۱۹۷۹ء" کے انقلاب سے متصل بعد کے حالات کا جائزہ لے لیں کہ کیسے تیزی کے ساتھ پاکستان کے شیعہ لوگوں نے بے ہنگم جارحیت شروع کر دی تھی اور کس تیزی کے ساتھ شیعہ پارٹی نے جماعتوں کی جماعتیں پیدا کر دی تھیں۔ پھر

انقلاب کے بعد چند سالوں میں کس تیزی کے ساتھ صحابہ کرامؓ پر زبان درازی و تبرابازی سے لبریز غلیظ لٹریچر سیلاب کی طرح امنڈ آیا تھا۔ چند سالوں میں سینکڑوں کتابیں اردو کی مارکیٹ میں بھر چکی تھیں۔ غلاظت و دجل کی ایسی طومار شروع ہوئی کہ کتابوں کے سر ورق پر کتے کی صورت بنا کر نیچے شیخ سقیفہ لکھا جاتا۔ مجالس اور ماتمی جلوس کھلی جارحیت کرنے لگے تھے۔ پاکستان کے تمام ادارے ان کے ہاتھوں مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔ حتیٰ کہ حکام وقت اس جارحیت کا جواب دینے سے عاجز آ گئے۔ چنانچہ محترم نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:

جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۸۰ء میں ملک میں زکوٰۃ اور عشر کا قانون نافذ کر دیا، لیکن شیعہ لوگوں نے ایرانی حکومت کے اشارے پر زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے پہلے تو اس فیصلے پر احتجاج کیا اور پھر اسلام آباد کی انتظامیہ اور حکومت کے شیعہ ملازمین کے خفیہ اشتراک سے پاکستان سیکرٹریٹ کا زبردست گھیراؤ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ تین دن کے بعد حکومت نے شیعوں کو زکوٰۃ دینے سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ پتہ چلا کہ ضیاء الحق کو یہ فیصلہ ایرانی حکمرانوں کے دباؤ کے تحت ان کو خوش کرنے کیلئے کرنا پڑا۔ (ایران اور عالم اسلام ص ۱۷)

خامنہ ای اور ضیاء الحق ایک کار میں جب لاہور ایئر پورٹ سے باہر آرہے تھے تو یہ ایران نواز شیعہ، خامنہ ای زندہ باد اور ضیاء الحق مردہ باد، امریکی کتا، کے نعرے لگا رہے تھے۔ وہ دوسرے لوگوں کو بھی ڈنڈے کے زور پر مجبور کر رہے تھے کہ ضیاء الحق کے خلاف نعرے لگائیں۔ ان شیعوں نے اپنے سروں پر خون آلود پٹیاں باندھ رکھی تھیں اور خمینی اور خامنہ ای کی تصاویر اور پرچم اٹھا رکھے تھے، جن پر خمینی رہبر لکھا ہوا تھا۔ اس مظاہرے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پاکستانی شیعہ ملک دشمنی اور ایران نوازی میں کس حد تک آگے جا چکے ہیں۔ (ایران افکار و عزائم ص ۶۸)

وطن عزیز میں جارحیت کی بدترین مثال

محترم حضرات! اس جارحانہ جرأت اور اپنی طاقت کے گھمنڈ کا اندازہ لگائیں کہ

اپنے ملک کے صدر کو وہ کتا کہہ رہے تھے اور ان کے خلاف نعرے بازی کر رہے تھے جبکہ ان کی اس ناپاک حرکت پر پاکستانی حکام اتنے بے بس نظر آتے تھے کہ ایسے ملک دشمنوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے نہ گرفتار کیا اور نہ ہی کوئی سزا دی۔ ایران کا شیعہ انقلاب پاکستان میں برآمد کرنے کی کتنی تیاری ہو چکی تھی؟ اس کا اندازہ آپ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کی اس خبر سے لگا سکتے ہیں جو ۶ مارچ ۱۹۹۳ کو مذکورہ اخبار میں شائع ہوئی۔ کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے باقاعدہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ پاکستان میں ایران کی طرز پر انقلاب لانا چاہتی ہے اور اس کیلئے وہ اپنے کارکنوں کو ضروری تربیت دے رہی ہے۔ تحریک کے ایک لیڈر نے کہا کہ ان کے کارکن اصول پرست ہیں اور وہ سیاست اور لیڈر شپ کو ایران کی طرز پر چلانا چاہتے ہیں، لیکن اس سلسلے میں کوئی فوری تحریک چلانے سے پہلے کارکنوں کو تربیت دینا ضروری ہے۔

(نوائے وقت راولپنڈی ۶ مارچ ۱۹۹۳ء)

جناب محترم نذیر احمد صاحب اس خبر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

”ہمارے باختیار اداروں کو یاد ہوگا کہ اگست ۱۹۹۱ء میں ہزاروں شیعہ کارکنوں نے پاکستان سیکرٹریٹ پر کیسے اچانک اور منظم حملہ کر کے ڈرامائی انداز میں قبضہ کر لیا تھا اور سرکاری مشینری کو تقریباً مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ سنا ہے کہ ان دفاتروں میں کام کرنے والے شیعہ کارکن بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ بعد میں ایک شیعہ لیڈر نے بتایا کہ یہ کارروائی تو ایک ریہرسل تھی اس بار ان لوگوں کے پاس صرف ڈنڈے تھے، اگلی دفعہ خود کار ہتھیار ہوں گے۔“

آزاد کشمیر کے شیعہ لیڈر مفتی کفایت حسین نقوی نے کہا، ”ہمارے بچوں نے پچھلے مہینے اسلام آباد میں پاکستان سیکرٹریٹ پر قبضہ کر کے اپنی اہلیت ثابت کر دی ہے اگر علامہ ساجد نقوی حکم دیں تو ہم ریڈیو اور ٹی وی سٹیشنوں پر بھی قبضہ کر لیں گے۔ (ایران افکار و عزائم ص ۸۶، ۸۷)

اقتدار میں انقلابیوں کے وفاداروں کا باقاعدہ حصہ

یہ وہ حقائق ہیں جو بیاگ دھل اھالیان وطن عزیز پر واضح کر رہے ہیں کہ ایران کا شیعہ انقلاب پاکستان پر مسلط کرنے کی کتنی تیاری کی جا چکی تھی اور پاکستان کے مرکزی قومی ادارہ پر قبضہ کی ریسرسل کرنے کے بعد اس انقلاب کی برآمدگی کتنے فاصلے پر تھی۔ اگر ان حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے اب بھی کوئی یہ کہتا ہے کہ یہاں پر اس انقلاب کا آنا ممکن ہی نہیں تھا تو شاید ایسی سوچ رکھنے والا شخص احمقوں کی جنت میں بستا ہے۔ یا اس کے دماغ میں شیخ چلی بسیرا کیے ہوئے ہے۔ سچ یہی ہے کہ ایران کے انقلابی وطن عزیز کو ترلقمہ سمجھ کر نگلنے والے ہی تھے اور اس میں شک ہی کیا ہے کہ یہاں کی شیعہ آبادی نے وطن عزیز کی رگوں کو کس قدر مضبوطی سے کنٹرول کیا ہوا ہے، وہ ارباب علم سے مخفی نہیں۔ صحافت، حساس ادارے، افواج پاکستان، انتظامیہ و عدلیہ سمیت ہر ملکی ادارے پر شیعہ فرقہ نے اپنے تسلط قائم کیا ہوا ہے۔ سیاسی جماعتوں میں بھی ان لوگوں نے اپنی مضبوطی قائم کی ہوئی ہیں۔ ہر دور حکومت میں دسیوں شیعہ وزیر مشیر بنتے رہتے ہیں۔

محترم نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:

ہماری بد قسمتی یہ رہی ہے کہ ایران کے خیر خواہ اور کاسہ بردار شیعہ افراد کسی نہ کسی طرح اس ملک میں اقتدار پر قابض ہوتے رہے ہیں۔ سب سے پہلے سکندر مرزا، جو ایک مشہور شیعہ گھرانہ مرشد آباد سے تعلق رکھتا تھا، نے غلام محمد کی ذہنی و جسمانی معذوری سے فائدہ اٹھا کر اس کی کرسی پر قبضہ کیا (ایران اور عالم اسلام ص ۱۶)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

آج کل شیعہ برادری کے افراد پاکستان کے تمام سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں منظم پلاننگ کے تحت چھائے ہوئے ہیں۔ پولیس میں، مسلح افواج میں، ٹی وی میں، ریڈیو اور ملک کے تمام حساس اداروں کے اہم عہدوں پر ایک بڑی تعداد شیعوں کی ہے۔ ان سب کا مطمح نظر دراصل پاکستان میں ایرانی (شیعہ) انقلاب لانا ہے،

کیونکہ یہ پاکستان کے خیر خواہ نہیں بلکہ ایران کے وفادار ہیں۔ (ایران اور عالم اسلام ص ۲۰)
مزید لکھتے ہیں: یہ عجیب بات ہے کہ پاکستان کی کسی بھی حکومت نے اہل تشیع پر ہاتھ نہیں ڈالا اور یہ اپنی دہشت گردی کے باوجود کسی طرح کی کارروائی سے ہمیشہ بچتے رہے۔ دراصل شیعہ نے بڑی چالاکی اور عیاری سے ہر حکومت میں اپنے لیے جگہ بنانے کا اہتمام کیا بد قسمتی سے پچھلے ۵۵ سالوں میں پاکستان میں جو بھی حکمران آئے وہ یا تو امریکہ و یہود کے آلہ کار یا مرزائی یا شیعہ تھے۔

(ایران اور عالم اسلام ص ۱۹، ۲۰)

وہ ترلقمہ جو نہ نگلا گیا نہ اگلا گیا

ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ پاکستان ایرانیوں کیلئے ترلقمہ تھا۔ انہوں نے اس ملک میں بڑی چالاکی سے اپنے بندوں کو پاکستان کے تمام اداروں میں گھسیڑ دیا تھا اب اس انقلاب کا برآمد کرنا ان کیلئے کوئی دشوار کام نہ تھا وہ گھنٹوں میں اپنا کام کر سکتے تھے کیونکہ شیعہ قوم نے وطن عزیز کے تمام اداروں پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔

چپڑا سی سے لیکر افسر و اعلیٰ عہدیدار تک ہر ایک اپنے ہم فرقہ کی جو حمایت و تعاون کرتا ہے وہ کسی ذی شعور پاکستانی سے مخفی نہیں؛ کہ معمولی سے معمولی اور مشکل سے مشکل کام ایک شیعہ فرقہ کا شخص کسی بھی دفتر سے بآسانی کروا لیتا ہے۔ حتیٰ کہ بالکل ناجائز اور بوجس کام بھی محض شیعہ ہونے کی بناء پر نہیں رکتا۔ جبکہ سنی افسر ہو یا کارکن، اس معاملہ میں وہ بالکل صفر ہے۔ ایسی صورت حال کی موجودگی میں یہ کہنا بجا ہے کہ پاکستان انقلابیوں کیلئے ایک ترلقمہ تھا، جو معمولی کاوش سے وہ نکل سکتے تھے۔ مگر آفرین و صد آفرین اس محسن وطن پر جس نے شیعہ انقلاب برآمد کرنے والے کارندوں کیلئے اس ترلقمہ کو ایسی ہڈی بنا دیا جو نہ نگلی جائے اور نہ اگلی جائے۔

پھر صدائے حق نے انقلاب کا منہ موڑ دیا

پس یہ بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ جس تیزی سے یہ غیر ملکی انقلاب منہ پھاڑے

وطن کی آزادی نگلنے کیلئے آگے بڑھا تھا اس سے کہیں زیادہ سبک رفتاری سے صدائے حق نواز نے اس وطن دشمنی کا تعاقب کیا اور بہت جلد وہ انقلاب حق کے ہاتھوں رسوا ہو کر اپنی موت آپ مر گیا اور یوں وطن اپنی آزادی کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہوتے ہوتے بچ نکلا۔

ارباب دانش ایک طرف پاکستانی شیعوں کی اس جارحیت کا مطالعہ فرمائیں، جس کے مطابق وہ انقلاب کی برآمدگی کو چند دنوں کی بات قرار دے رہے تھے، پھر عملی طور پر ریسرسل اور قومی اداروں پر قبضہ کر کے اپنی قوت بازو کو آزمایا بھی چکے تھے۔ مگر جب وطن کے بیٹے، اپنے ملک کے عظیم محسن، آزادی وطن کے بے مثال پہریدار، قوم کے عظیم راہنماء اور ملت کے محسن نے محبتوں کے شہر سے صدائے محبت کو بلند کیا اور آزادی وطن پر قربان ہونے کیلئے آسمان سر پر اٹھائے میدان عمل میں کود پڑا تو کاغذی شیر اور شیروں کی کھال پہنے گیدڑوں نے اپنی پناہ گاہوں میں سر چھپانے میں عاقبت جانی اور فوراً اپنا رخ و انداز بدلتے ہوئے دوبارہ سے تقیہ کے خرمن میں جا پناہ لی۔ اور دوبارہ سے اسی ”یا تقیہ مد“ کا نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے جھوٹ کا پرانا آزمایا ہوا حربہ استعمال کیا۔ چنانچہ ایک وہ وقت تھا جب صحابہ کرامؓ کو کافر، ظالم، فاسق اور نامعلوم کیا سے کیا لکھ رہے تھے مگر جب حق نواز کا حق سوط شدید بن کر اس انقلابی کفر پر برسا تو یار لوگوں کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا اور وہی بد زبان زبانیں بولنے لگیں کہ یہ تو ہم پر الزام ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کو گالیاں دیتے اور تبرا کرتے ہیں۔ ہم تو صحابہ کرامؓ کو دل و جان سے مانتے ہیں اور جو صحابہ کرامؓ کو نہ مانے ہم تو انہیں کافر جانتے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ ہم تو قرآن کو بھی مانتے ہیں اور تحریف کا عقیدہ ہمارا تو ہے ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔

اور پالیسیاں بدل گئیں

حق نواز شہیدؒ کی تحریک حق نے جو شیعہ لیڈروں کو ”ریورس گیر“ لگانے پر مجبور کیا اس کا اندازہ آپ ان حقائق سے لگا سکتے ہیں۔ جناب نذیر احمد صاحب اس انقلاب کو لگے ”ریورس گیر“ کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

حالیہ کچھ عرصہ سے پاکستان کی شیعہ قیادت نے انٹرنیشنل کمیونیزم کے خطوط پر چلائی

جانے والی ایران کی انٹرنیشنل شیعیت کی خمینی تحریک کے پاکستان میں غیر موثر نتائج اور ناکامی کے بعد ایک حکمت عملی اپنائی ہے۔ جس کے تحت اتحاد بین المسلمین جیسی تحریک، اخوت اسلامی، اخوت کادی نامی کئی نئی تنظیمیں متعارف کرائی ہیں۔ جن کا مقصد باہمی اختلافات و نظریات سے ہٹ کر اعلیٰ اخلاق و کردار کو فروغ دینا ہے۔ جبکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ ان تنظیموں کی باگ ڈور نوجوان اور فعال شیعہ قیادت کے ہاتھوں میں ہے۔ جو آئے دن مختلف اسلامی اور قومی موضوعات پر مجالس اور سیمینار کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ ان مجالس میں اکثر و بیشتر ممتاز سنی مسلم مذہبی، ادبی اور سماجی شخصیات کو نمایاں طور پر مدعو کرتے ہیں۔ ان موقعوں پر تنظیمیں کی طرف سے زیادہ زور قومی مفاہمت اور یکجہتی پر دے کر نہ صرف یہ تاثر عام کیا جاتا ہے کہ شیعہ سنی درحقیقت ایک ہی شجر کی دو شاخیں ہیں۔ بلکہ شیعہ کمیونٹی ہر اعتبار سے بہتر مسلمان اور محبت الوطن پاکستانی ہیں۔ اس طرح ان کی غرض و غایت شیعہ نوجوانوں کی قیادت کو سنیوں میں مقبول بنانا ہے۔ اور ایسی سازگار فضاء پیدا کرنا ہے کہ مناسب وقت پر جب بھی ملک میں شیعہ انقلاب برپا کرنے کا آغاز کیا جائے تو یہی شیعہ نوجوان طبقہ مسلمانوں کے نمائندوں کی حیثیت سے بلا رکاوٹ اپنا شیعہ مشن پورا کر سکے۔ یہ ایک دور رس خطرناک گہری سازش ہے، جس کا صحیح اور بروقت ادراک پاکستانی مسلمانوں کو شیعوں کی غلامی سے بچا سکتا ہے۔ (ایرانی افکار و عزائم ص ۴)

محبت وطن افسر کی قومی خدمت

ایک محبت وطن پاکستانی افسر نے جس ذمہ دارانہ طریقہ سے حقیقت حال سے آگاہ فرماتے ہوئے شیعہ انقلاب کی خوفناک طریقہ کار کی وضاحت فرمائی ہے، یہ جہاں ان کی اپنے ہم وطنوں سے انتہائی محبت کا پتہ دیتی ہے وہاں قومی غیرت کے بیدار کرنے کا انہوں نے حق بھی ادا کیا ہے۔

ارباب دانش ملاحظہ فرمائیں، کیا مذکورہ بیان کے مطابق شیعہ کی حکمت عملی وہی نہیں جو بیان کی گئی ہے؟ اگر وہی ہے تو جارحیت کی زبان بولنے والوں نے پینترا کیوں بدلا؟ اسی وجہ سے کہ صدائے حق نے دنیا بھر کی شیعہ قوت کو لمحوں میں پاش پاش کر دیا تھا اور کامیابی کے ساتھ

قومی اداروں پر قبضہ کرنے والوں کو اپنے مقصد میں بری طرح ناکام کر دیا تھا۔ وہ موثر طاقت و قوت، ایرانی دولت اور جارحیت کے باوجود ایک محب وطن مرد آہن آبروئے ملت حضرت امیر عزیمت کے ہاتھوں بالکل غیر موثر ہو گئے تھے۔ اسی لئے اب انہوں نے اپنی پالیسی بدل کر صدیوں سے آزمائے پرانے حربے کو اختیار کر لیا۔

محترم نذیر احمد صاحب کی اس تحریر سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ جو تحریک اور انقلاب کے برآمد کرنے کی جارحانہ کوشش ابتداء میں شروع کی گئی تھی وہ ناکام اور غیر موثر ہو کر رہ گئی اور یہی کچھ ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ انقلاب برپا کر کے وطن عزیز کو غلام بنانے کی تدبیریں کرنے والے شہید اسلام حضرت مولانا حق نواز کی تحریک کے سامنے بے بس ہو گئے۔ ایسے کہ ان کا کسی چیز پر بس نہ چلا اور ان کی ”بس“ ہو گئی۔ اپنی اس ناکامی اور انقلاب پر، امام سنی انقلاب کے برسنے والے شعلوں کے بعد وہ میدان سے دم دبا کر بھاگ گئے اور پرانا شکاری نئے جال کے ساتھ پھر سے آزاد وطن کو شکار کرنے کیلئے خرمن تقیہ سے سنگ باری کرنے لگا۔

چونکہ مجدد العصر نے بہت مختصر وقت میں وطن دشمنی کی اس شیعہ انقلاب لانے کی تحریک کو مفلوج کر دیا؛ اسلئے ایران نے اپنا تمام تر زور اس جماعت کے فنا کرنے پر خرچ کر ڈالا۔ ایران کا صدر ہو یا وزیر یا کوئی اعلیٰ وادنی فرد۔ انہیں رات کو جو ڈراؤنے خواب آتے ان میں بھی سپاہ صحابہؑ کو اپنی ناکامی و بربادی کا مرکزی کردار دیکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ رات دن ان کا میڈیا بس ایک ہی تسبیح پڑھتا نظر آتا ہے کہ سپاہ صحابہؑ مار گئی، سپاہ صحابہؑ سے بچاؤ، سپاہ صحابہؑ والے کھا گئے، سپاہ صحابہؑ آگئی، ہائے سپاہ صحابہؑ۔

صرف میڈیا نہیں، تمام اعلیٰ وادنی ایرانی بس یہی کچھ کہتے اور بولتے تھے۔ کہ سپاہ صحابہؑ نے ہمیں مار دیا۔ سپاہ صحابہؑ پر پابندی لگاؤ وغیرہ۔

صدر پاکستان کے سامنے انقلابیوں کا رونا دھونا

جب پاکستان کے صدر غلام اسحاق خان صاحب ایران کے دورے پر گئے تو ان کو ہر اجلاس میں یہ بات زور دے کر کہی جاتی کہ سپاہ صحابہؑ پر پابندی لگاؤ۔ سپاہ صحابہؑ ہمارے

لیے بڑا مسئلہ ہے اس پر پابندی ہونی چاہئے۔ پابندی پابندی پابندی کی یہ ”بین“ سن سن کے، آخر تک آکر اس تجربہ کار صدر نے جواب دیا کہ یہ میرے ملک کا اندرونی معاملہ ہے، میں اسے ملک میں جا کر دیکھ لوں گا۔ آپ میرے ساتھ وہ بات کریں جس کیلئے میں یہاں آیا ہوں۔ جناب نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں:

اسلام آباد میں ایران کا سفارت خانہ، ایرانی علماء اور اخبار آئے دن حکومت پاکستان پر زور دیتے رہتے ہیں کہ سپاہ صحابہؒ کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔

ایران کے نائب وزیر خارجہ نے کچھ عرصہ پہلے ایک ایرانی اخبار کو بتایا؛

”پاکستان کا ایک مخصوص گروہ جو شیطانی مقاصد رکھتا ہے تہران اسلام آباد تعلقات خراب کر رہا ہے ہم نے اپنے پاکستانی دوستوں کو بتا دیا ہے کہ اگر اس گروہ کو اپنی مکروہ حرکات جاری رکھنے کا مزید موقع دیا گیا تو پاکستان کی اپنی قومی وحدت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ پاکستانی قوم کے اندر نفرت کے بیج بوئے جاسکتے ہیں اور اسلام آباد میں مرکزی حکومت کے اقتدار کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے۔..... اخبار نے حکومت پاکستان کو خبردار کیا کہ اگر سپاہ صحابہؒ کو ختم نہ کیا گیا تو پاکستان میں خانہ جنگی شروع ہو سکتی ہے۔“

تحریک کے سیکرٹری جنرل اخوندزادہ کو جب پشاور میں ۱۹۹۲ء میں جنرل فضل حق کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا تو اس کے خلاف ایران کے ذرائع ابلاغ نے بڑا شور مچایا۔ یہاں تک کہ ایرانی حکومت نے اسکے خلاف تہران میں زبردست مظاہرے کروائے اور مظاہرین نے سپاہ صحابہؒ اور سعودی عرب کے خلاف نعرے لگائے۔ (ایرانی افکار و عزائم ص ۸۳، ۸۴)

واقفان احوال بخوبی جانتے ہیں کہ جب ملک میں ایک مرزائی نواز جنرل نے تاریخ کی سب سے مضبوط ترین حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا۔ اور خود بخود صدر پاکستان بن گیا تو اس نے ایران و امریکہ کے ایماء پر سپاہ صحابہؒ پر پابندی لگائی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ

ایرانی انقلاب اور مرزائی ایک ہی سوچ کے حامل تھے کہ سپاہ صحابہؑ ان کے راستے کی دیوار ہے۔

امیر عزیمتؒ کا شہید اعظمؒ

ہاں یہ تو جرنیل سپاہ صحابہؑ کی ولولہ انگیز قیادت تھی کہ جس کے شدید رد عمل کے خوف سے سپاہ صحابہؑ کے ساتھ ساتھ تحریک جعفریہ پر بھی پابندی کا اعلان کرنا پڑا۔ تاکہ یہ کہا جاسکے کہ ہم نے دونوں متحارب جماعتوں پر پابندی لگائی ہے۔ حالانکہ عملی طور پر ”پابندی کی چکی“ میں صرف اسی جماعت کے قائدین و کارکنان کو پیسا گیا۔ یقین نہ آئے تو آج بھی ملک کے درودیوار پر ”آئی ایس او“ جو کہ تحریک جعفریہ کی ذیلی تنظیم ہے کی وال چانگ دیکھی جاسکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک مرزائی نواز امریکی ایجنٹ نے کس کی ایماء پر، کس جرم کی سزا دیتے ہوئے، سپاہ صحابہؑ پر پابندی لگائی؟ ہم اس عنوان کو زیر بحث نہیں لانا چاہتے، بلکہ صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ وطن کی آزادی پر حملہ آور ایران کا انقلاب صرف مولانا حق نواز شہیدؒ کی محنت و قربانی سے، خائب و خاسر، ناکام و نامراد، ہوا جس کا ان کو شدید غصہ لگا اور ہر حربہ استعمال کر کے حضرت امیر عزیمتؒ کی جماعت کو قید کروا دیا۔ جی ہاں! مولانا حق نواز شہیدؒ اور ان کی جماعت بین وقید ہو گئی۔ خود صاحب جماعت نے خون جگر قربان کیا تو اس کی جماعت اور جماعت کے مسلسل یکے بعد دیگرے نصف درجن کے قریب قائدین اور ہزاروں علماء، قراء، اولیاء اللہ، اور محبوبان خدا نے جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔ پھر جماعت نے بھی اپنے محسنوں کیساتھ اپنے وجود کی قربانی دے ڈالی۔ مگر اپنے پیارے وطن کی آزادی پامال کرنے والے غیر ملکی انقلاب کو نہ صرف چھٹی کا دودھ یاد دلادیا بلکہ ایسا خائب و خاسر، ناکام و نامراد کیا کہ منہ چھپانے کے قابل بھی نہ رہا۔

”کیا ہے کوئی عقل والا؟ جو سمجھے!“

آہ وطن کالا ڈلا، ملت کا محسن، پاک سرزمین کا فخر، پاک مٹی کے ہر ذرہ خاک پر جان نثار کرنے والا، اپنی ذات میں پوری جماعت، محبتوں کا پالا، محبوب قائد، عدیم المثال خطیب،

بے مثال سیاستدان، ہر دل عزیز لیڈر، اپنی قوم کو جان مال اولاد اور ماں باپ سے بھی پیارا، ہمارا جگر اور کلیجہ، وقت کا مجدد، پہاڑ کا عزم اور استقلال رکھنے والا، امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید خود اپنی جماعت سمیت وطن کی آزادی بچاتے بچاتے قربان ہو گیا۔ مگر اس عظیم محسن کے احسان عظیم پر جو منفی پراپیگنڈا کیا گیا اور کیا جا رہا ہے اور اس غلیظ پراپیگنڈے نے ماحول پر جو غلیظ پردے ڈال رکھے ہیں ان تاریک رداؤں کو کوئی حق کا متوالا تارتار نہ کر سکا ہے؟ خود باسیان وطن اپنے وطن پر قربان ہونے والے اپنے محبوب کو نہ جان پائے۔ احسان کا شکریہ تو کیا ادا کرتے محسن کو اپنا محسن جاننے سے بھی جاہل و بے خبر ہی رہے۔ اے کاش! فریب کاری کی اس گرد کو کوئی کچھ دیر کیلئے تھام لیتا؛ تاکہ مطلع صاف ہو جاتا اور آسمان محبت پر عید کے اس چاند کا نظارہ کیا جاسکتا جو ہر گھر میں خوشیوں کا پیغام لاتا اور آزادی کے ساتھ یہ دن گزارنے کا مژدہ سناتا۔ اے کاش! میرے وطن کے باسی کبھی تو اپنی خداداد عقل سے سوچتے اور غلامی کی زنجیریں اتار کر ذرا آزادی کی نعمت سے بہرہ یاب ہوتے۔ مگر افسوس! باسیان وطن نے ایسوں کو لیڈر مانا جو بہت ہی کم وفادار اور قوم کے درد مند ثابت ہوئے۔ پون صدی ہونے کو ہے اور میرا وطن دن بدن بد سے بدتر حالات کی دلدل میں غرقاب ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی تو سوچتا کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا اے میرے وطن کے باسی لوگو! تم نے اپنے دوست و دشمن کو کبھی پہچاننے کی کوشش کی ہے؟ کبھی تم نے اپنے محسن و دشمن میں فرق اور امتیاز کرنے کیلئے اپنی عقلوں کو دوڑایا ہے؟ کبھی تم نے اپنے وطن کی آزادی بچانے والے اور بالآخر اسی جرم محبت کی سزا پاتے ہوئے اپنا سینہ چھلنی کروانے والے وطن کے فرزند کی قربانیوں پر غور کیا ہے؟ وہ جو راتوں کو تمہارے وطن کی آزادی کیلئے جاگا اور زندان میں بے لباس ہو کر جلادوں کے کوڑے سہتا رہا، اور پس دیوار زندان ایام زندگی شمار کرتا رہا، اور تمہارے دشمنوں سے ٹکراتا چلا گیا، اور تمہارے وطن کی خاک بچانے کیلئے تڑپتا رہا، جس کے بالوں کی سیاہ رات اپنی قوم کی فکروں میں سفید ہو گئی، جس کی جوانی قوم کی اصلاح و فلاح پر قربان ہوئی، جو تڑپ تڑپ کے قوم کو جگاتا اور بیدار کرتا رہا، جس نے چیخ چیخ کر کہا اے قوم کے لوگو! تم جاگتے کیوں نہیں؟ بیدار کیوں نہیں ہوتے؟ اگر تم میری جاں کی قربانی کے عوض جاگ سکتے

ہو تو خدا کی قسم میں جان دینے کیلئے تیار ہوں۔ تم بیدار تو ہو جاؤ وہ دیکھو دشمن کیا کر رہا ہے؟ اس کی دشمنی آسمانوں کو چھو رہی ہے اور تم لمبی چادریں تان کر سو گئے ہو۔ اللہ گواہ ہے فیصل آباد کی دھرتی پر اس محسن ملت نے دشمن انقلاب کی تیز رفتاری کا مقابلہ کرنے کیلئے قوم کو بیدار ہونے کی دعوت دی تو اس کا سینہ ہنڈیا کی طرح ابل رہا تھا سینہ سے نکل آنے والی بھاپ و حرارت سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ کس درد اور کرب میں ڈوب کر بول رہا ہے۔ کیا ایسے پیارے کی محبت و تڑپ کو کبھی تم نے جاننے اور پہچاننے کی کوشش کی ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو اے پیارو! پھر اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ اے ناقدرو! اور محسن کشو اور اپنے پیاروں کو اپنے ہی ہاتھوں اغیار کے حوالے کرنے والو! تم ہی بتاؤ؛ ناقد ردانوں کی پھر سزا کیا ہوتی ہے؟ اب کیوں روتے ہو، بجلی کے فقدان پر آٹا وال کے مہنگا ہونے پر، بد امنی اور بے سکونی پر، گھر و باہر کی پریشانیوں پر، ماتحتوں اور اولاد کی نافرمانیوں پر، ہر دن نئے مصائب و آلام کے اترنے پر، حکام کے ظلم و جبر پر، آخر کیوں شکوہ کناں ہو؟ جو محسن ناشناس اور پیاروں کا ناقد ردان ہو جو خدائی عطیہ اور زندہ دل قائد سے روگردانی کرنے والا ہو اس پر بھلا کون مہربان ہوگا؟ ذرا خدائی ارشاد اور حکم ربانی کی طرف بھی کان دھرو وہ اعلان فرما رہا ہے:

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (الروم)

محترم قارئین کرام! ایک دیوانے کی یہ بے ربط لکیریں اس کے بے ہنگم احساسات کی ترجمان ہیں۔ طبع نازک پر گراں ہوں تو معذور قرار دے کر چشم پوشی سے کام لینا۔ شعور و آگہی کی اولین دھلیز پر قدم رکھتے ہی راقم اس محبوب از جاں ملت کے محسن اور آبروئے وطن حضرت امیر عزیمتؒ سے آشنا ہوا تھا اور ان کی شہادت والے دن سے تاریک جہاں میں سرگرداں ہے کہ آج بھی قلب و جگر پر اس محسن ملت کا راج ہے اور کیوں نہ ہو اس محسن نے امی عائشہ صدیقہؓ کی تکریم کو سر کا تاج بنایا۔ رحمت عالم ﷺ کی پاک جماعت کا اس پر راج تھا پھر ارباب اسلام پر اس کا راج کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ راقم، میری قوم اور وطن عزیز کا حامی ناصر ہو۔

وما علینا الا البلاغ

انتظاری کی گھڑیاں ختم

شیعت پر مقدمہ

در جواب

شیعت کا مقدمہ

بہت جلد آ رہا ہے

ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
آندھیوں میں بھی وہ جگمگاتا رہا

حق کی خاطر وہ لڑتا رہا عمر بھر
وہ گرجتا رہا کفر کے سینوں پر
وہ جبر کے مقابل بپھرتا گیا
اس کو جتنا دبایا ابھرتا گیا

کفر کی وہ دیواریں ہلاتا رہا
ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا

وہ چلاتا رہا کہ میرے دیس میں
کفر پھرتا ہے اسلام کے بھیس میں
اس کو حبشی کی مانند گھسیٹا گیا
اس کو بیڑیاں پہنا کے پیٹا گیا

وہ دلائل کے انبار لگاتا رہا
زخم کھا کے بھی وہ مسکراتا رہا

وہ جو تھا حق نواز حق پہ قرباں ہوا
جن کا دیوانہ تھا ان کا مہماں ہوا
اس کو کوئی بھی جابر جھکا نہ سکا
ظلم اس کو مشن سے ہٹا نہ سکا

رافضیت کی وہ دھجیاں اڑاتا رہا
وہ خدا سے یہی موت چاہتا رہا

اس پہ جھوٹے مقدمے بنائے گئے
اس کو پیغام اجل کے سنائے گئے
وہ نبی ﷺ کی محبت میں سرشار تھا
وہ صحابہ کا مخلص وفادار تھا

ان کی خاطر جوانی لٹاتا رہا
ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
کتنا بے خوف تھا حق سناتا رہا